ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

26

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
31 واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

5 تا 11 ذوالحجہ 1443ھ / 5 تا 11 جولائی 2022ء

قربانی کی اصل روح

ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن‘ مثلاً نماز کا ایک ظاہر ہے‘ یعنی قیام ہے‘ رکوع ہے‘ سجود ہے‘ قعدہ ہے۔ یہ ایک خول اور ڈھانچہ ہے۔ اس کا ایک باطن ہے‘ یعنی توجہ اور رجوع الی اللہ خشوع وخضوع‘ بارگاہِ رب میں حضوری کا شعور وادراک‘ انابت‘ محبت الٰہی...... نماز کی اصل روح اور جان تو یہی چیزیں ہیں۔ اس طرح جانور کو ذبح کرنا اور قربانی دینا ایک ظاہری عمل ہے۔ یہ ایک خول ہے۔ اس کا ایک باطن بھی ہے اور وہ ''تقویٰ'' ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کی سورۃ الحج میں قربانی کے حکم کے ساتھ (آیت: 37 میں) متنبہ کر دیا گیا کہ:

''اللہ تک نہیں پہنچتا ان قربانیوں کا گوشت اور ان کا خون‘ ہاں اس تک رسائی ہے تمہارے تقویٰ کی۔''

اگر تقویٰ اور روحِ تقویٰ موجود نہیں‘ اگر یہ ارادہ اور عزم نہیں کہ ہم اللہ کی رضا کے لیے مالی وجانی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں تو اللہ کے ہاں کچھ بھی نہیں پہنچے گا۔ یعنی ہمارے نامۂ اعمال میں کسی اجر وثواب کا اندراج نہیں ہوگا۔ گوشت ہم کھالیں گے‘ کچھ دوست احباب کو بھیج دیں گے‘ کچھ غرباء کھانے کو لے جائیں گے‘ کھالیں بھی کوئی جماعت یا دارالعلوم والے لے جائیں گے۔ لیکن اللہ تک کچھ نہیں پہنچے گا‘ اگر وہ روح موجود نہیں ہے...... وہ روح کیا ہے؟ وہ تو امتحان‘ آزمائش اور ابتلاء ہے‘ اور اس میں کامیابی کا وہ تسلسل ہے جس سے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی عبارت ہے۔

ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم سوچیں‘ غور کریں اور اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ کیا واقعتاً ہم اللہ کی راہ میں اپنے جذبات و احساسات کی قربانی دے سکتے ہیں؟ کیا واقعتاً ہم اللہ کے دین کی خاطر اپنے وقت کا ایثار کر سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنے ذاتی مفادات کو اللہ اور اس کے دین کے لیے قربان کر سکتے ہیں؟ اپنے علائق دنیوی‘ اپنے رشتے اور اپنی محبتیں اللہ کے دین کی خاطر قربان کر سکتے ہیں؟ اگر ہم یہ سب کر سکتے ہیں تو عیدالاضحیٰ کے موقع پر یہ قربانی بھی نورٌ علیٰ نُور ہے...... اور اگر ہم اللہ کے دین کے لیے کوئی ایثار کرنے کے لیے تیار نہیں تو جانوروں کی یہ قربانی ایک خول اور ڈھانچہ ہے جس میں کوئی روح نہیں۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا‘ تلقینِ غزالی نہ رہی!

(عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی، ڈاکٹر اسرار احمدؒ)

اس شمارے میں

خسر الدنیا والآخرۃ

اہل ایمان سے ایمان کا تقاضا

سودی نظام کی تباہ کاریاں

امیر سے ملاقات (5)

حضرت اُمّ الخیر رضی اللہ عنہا بنت صخر

اسلام کا فلسفۂ اخلاق

الہدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ 992

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک ناقابلِ انکار دلیل

سُوْرَۃُ الشُّعَرَاء　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　آیات: 26 تا 28

قَالَ رَبُّکُمۡ وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوۡلَکُمُ الَّذِیۡۤ اُرۡسِلَ اِلَیۡکُمۡ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۸﴾

آیت ۲۶: ﴿قَالَ رَبُّکُمۡ وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۲۶﴾﴾ ’’اُسؑ نے کہا کہ وہ تمہارا بھی ربّ ہے اور تمہارے پہلے آباء واَجداد کا بھی ربّ ہے۔‘‘

آیت ۲۷: ﴿قَالَ اِنَّ رَسُوۡلَکُمُ الَّذِیۡۤ اُرۡسِلَ اِلَیۡکُمۡ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۲۷﴾﴾ ’’فرعون نے (درباریوں سے) کہا کہ تمہارا یہ رسول جسے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یقیناً مجنون ہے۔‘‘

گویا فرعون مسلسل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آنکھیں چرا رہا ہے۔ آپؑ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دینے کے بجائے وہ پھر اپنے درباریوں سے ہی مخاطب ہوا ہے۔ اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے اب اس نے طنزیہ انداز اختیار کیا ہے کہ مجھے تو یہ صاحب جو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں مجنون لگتے ہیں' ان کا دماغی توازن ٹھیک نہیں لگتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی اس بات کو بھی نظرانداز کر کے اپنی گفتگو اسی جوش اور بے باکی کے ساتھ جاری رکھتے ہیں:

آیت ۲۸: ﴿قَالَ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۸﴾﴾ ’’اُس نے کہا کہ وہ مشرق و مغرب کا بھی رب ہے اور جو کچھ ان کے مابین ہے اس کا بھی۔ اگر تم عقل رکھتے ہو!‘‘

گویا اب حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے طور پر دربار پر چھائے ہوئے ہیں اور دوسری طرف فرعون کے مکالمات اور انداز سے اس کی بے بسی صاف نظر آرہی ہے۔ آیات میں درج مکالمات کی مدد سے اس پورے منظر کو اگر ڈرامائی انداز میں پیش کیا جائے تو بہت دلچسپ اور عبرت انگیز صورتِ حال کی تصویر سامنے آسکتی ہے۔

درس حدیث

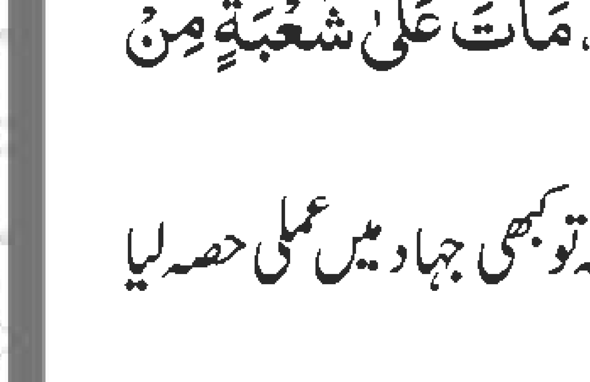

اللہ کی راہ میں جہاد

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((مَنۡ مَّاتَ وَلَمۡ یَغۡزُ وَلَمۡ یُحَدِّثۡ نَفۡسَہٗ بِہٖ، مَاتَ عَلٰی شُعۡبَۃٍ مِنۡ نِفَاقٍ)) (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے اس حال میں انتقال کیا کہ نہ تو کبھی جہاد میں عملی حصہ لیا اور نہ کبھی جہاد کا سوچا (یعنی نہ اس کی نیت کی) تو اس نے ایک قسم کی منافقت کی حالت میں انتقال کیا۔‘‘

تشریح: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ایمانِ صادق کے لوازم میں سے ہے' اور سچے پکے مؤمن وہی ہیں جن کی زندگی اور جن کے اعمالنامہ میں جہاد بھی ہو (اگر عملی جہاد نہ ہو تو کم از کم اس کا جذبہ اور اس کی نیت اور تمنا ضرور ہو) پس جو شخص دنیا سے اس حال میں گیا کہ نہ تو اس نے جہاد میں عملی حصہ لیا اور نہ جہاد کی نیت اور تمنا ہی کبھی کی تو وہ ’’مؤمن صادق‘‘ کی حالت میں دنیا سے نہیں گیا بلکہ ایک درجہ کی منافقت کی حالت میں گیا۔ بس یہی اس حدیث کا پیغام اور مدعا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تاخلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
5 تا 11 ذوالحجہ 1443ھ — جلد 31
5 تا 11 جولائی 2022ء — شمارہ 26
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خَسِرَ الدُّنیَا وَ الاٰخِرَۃَ

اللہ انسان کا خالق بھی ہے اور رب بھی ہے۔ یعنی اللہ نے انسان کو پیدا بھی کیا ہے اور اس کا مالک اور پالنے والا بھی ہے۔ ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ جتنی محبت ایک ماں اپنے بچے سے کرتی ہے اس سے 70 گنا زیادہ محبت اللہ اپنے بندے سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل علیہم السلام کے ذریعے اپنے بندوں کو ہدایات بھی بھیجیں اور بعض قوانین وضوابط کا پابند بھی بنایا۔ اللہ تعالیٰ چونکہ تمام انسانوں کا خالق اور رب ہے لہٰذا یہ قوانین اور ضابطے ساری انسانیت کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھ کر بنائے گئے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر انسان کی اُخروی زندگی کی فلاح کا انحصار بھی ان میں مضمر ہے۔ مخلوق ہونے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب انسان ایک جیسے ہیں۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال اور حرام کی تقسیم پر غور کرلے تو معلوم ہوگا کہ جو چیزیں حرام کی گئی ہیں وہ انسان کی اجتماعی زندگی کے لیے کس قدر ضرر رساں ہیں۔ اور جو حلال ہیں وہ معاشرے کی خوشحالی اور صحت مند ہونے کے لیے کس قدر اہم ہیں۔ حرام کردہ اشیاء میں سے ہم سود کی بات کریں گے۔

سود خوری ایک پرانی بیماری ہے جو صدیوں سے انسان کو لاحق ہے۔ سودی لین دین شروع میں ایک انفرادی معاملہ تھا، ضرورت مند معاشی لحاظ سے خوشحال سے قرض لیتا تھا اور دونوں باہمی طور پر سود کی شرح طے کرتے تھے البتہ صحیح الفطرت لوگوں کے نزدیک یہ کبھی پسندیدہ نہیں تھا۔ طلوع اسلام کے بعد ایک وقت تک سود کے نقصانات کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اخلاقی سطح پر بتدریج حوصلہ شکنی کی گئی لیکن بالآخر اسے حرام مطلق قرار دے دیا گیا اور یہاں تک کہہ دیا گیا کہ سودی لین دین کرنے والے کے خلاف اللہ اور رسول ﷺ کا اعلان جنگ ہے۔ یہ کسی بھی دوسرے کبیرہ گناہ کے لیے نہیں کہا گیا۔ نظریاتی سطح پر شرک کو بدترین گناہ کہا گیا لیکن اسے بھی اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف جنگ قرار نہیں دیا گیا۔

ہماری ذاتی رائے میں اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے ہم آغاز میں کہہ چکے ہیں کہ اللہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے اور اس کی فلاح و بہبود چاہتا ہے اور سودی لین دین میں چونکہ انسان کے ہاتھوں انسان کا بدترین استحصال ہوتا ہے، اس لیے کہ مقروض جو مجبور ہوتا ہے، وہ اپنے خون پسینہ کی کمائی سے اپنے اہل خانہ کی آسودگی کا سامان کرنے کی بجائے قرض خواہ کو سود ادا کرنے میں لگا رہتا ہے اور اصل زر پھر بھی اس کی گردن پر سوار رہتا ہے، سود انسانی زندگی کو اجیرن کر دیتا ہے۔ ایک طرف غریب کے ہاں تکالیف اور مصائب نے ڈیرے ڈالے ہوتے ہیں اور دوسری طرف کچھ کیے بغیر کسی کے سرمائے میں اضافہ ہو رہا ہوتا ہے۔ یہ سرمایہ اگر تجارت میں انوسٹ ہو رہا ہوتا تو بہتوں کا بھلا ہو رہا ہوتا، کسی کو ملازمت مل جاتی ہے اور کوئی اس تجارتی مال سے آگے تجارت کر رہا ہوتا۔ گویا جس انسان سے اللہ محبت کرتا ہے یہ سودی لین دین ان میں کچھ کے لیے باعث عذاب بنا ہوتا ہے اور کچھ کو عیش وعشرت کی طرف لے جاتا ہے، یا کم از کم ہڈحرام تو بنا ہی دیتا ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب سودی لین دین خالصتاً ذاتی اور انفرادی معاملہ تھا، کسی حکومت یا نظم سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا، پھر وقت آیا جب سودی لین دین کو نیشنلائز کر دیا گیا۔ بنک

وجود میں آ گئے انہیں حکومتی بلکہ ریاستی سرپرستی حاصل ہوگئی۔ ریاست نے سودی لین دین کے لیے قوانین وضع کر لیے سب کو ان کا پابند بنا دیا گیا۔ اب انفرادی سودی لین دین غیر قانونی قرار پایا۔ علاوہ ازیں بین الاقوامی سطح پر بھی ایسے ادارے قائم کر لیے گئے جو امیر ممالک سے غریب ممالک کو قرض دلواتے ہیں مثلاً IMF اور ورلڈ بینک وغیرہ۔

تجربہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ پرانے زمانے کے نجی سودی لین دین کے نقصانات افراد یا ان کے خاندان تک محدود تھے ریاستی سطح پر منظم سودی لین دین معاشروں کی تباہی اور بربادی کا باعث بنا۔ بنکوں سے رقوم لے کر ذخیرہ اندوزی کی جاتی ہے۔ اور اشیاء کی قیمتوں کو سرمایہ دار اپنی مرضی سے کنٹرول کرتا ہے۔ سرمایہ گردش میں آئے بغیر کسی کے سرمائے میں اضافہ ہورہا ہوتا ہے۔ جس سے گرانی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ قصہ مختصر ایک چھوٹا طبقہ امیر سے امیر تر بلکہ امیر ترین ہو جاتا ہے اور انسانوں کی عظیم اکثریت چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہی ہوتی ہے۔ ایک طرف زندگی ایڑیاں رگڑ رہی ہوتی ہے اور دوسری طرف عیش ونشاط کی محافل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو یوں منقسم ہونے کے لیے تخلیق نہیں کیا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ اور اپنی آخری کتاب کے ذریعے سود کو حرامِ مطلق قرار دیا اور اس حوالے سے اپنے ایسے غیض وغضب کا اظہار کیا کہ کسی مسلمان کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو وہ دہل جائے، وہ کانپ اٹھے اور اس طرف جانے کا تصور بھی نہ کرے۔ لیکن کیا کریں نام نہاد دانشور فرماتے ہیں کہ جس ربا کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے وہ پرائیویٹ یا نجی سودی لین دین ہے۔ بینک کے ذریعے جو سودی معاہدہ ہوتا ہے وہ تو فریقین کی آزاد مرضی سے ہوتا ہے ہم عرصہ تک اس کا عام سا جواب دیتے رہے لیکن پھر 1991ء میں جسٹس تنزیل الرحمٰن نے ان سب حجت بازوں کو قانون کی زبان میں اور شریعت کے حوالے سے مُسکت جواب دیا اور ہر قسم کے سود کو ربا اور حرام مطلق قرار دیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب پاکستان معاشی لحاظ سے اتنا کمزور نہ تھا، قرضوں کے اتنے انبار ابھی لدے نہیں تھے۔ اگر ایمان کی کوئی رتی ہم میں موجود ہوتی اور اقتدار کے لیے یوں مرمٹنے کا معاملہ نہ ہوتا، ایسا نہ ہو جائے ’’یوں نہ ہو جائے‘‘ کا خوف ہم پر طاری نہ ہوتا۔ کچھ حوصلہ پاتے اور تھوڑی سی ہمت اور جرأت کا مظاہرہ کرتے تو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ بندی کو ایک تہائی صدی ہو چکی ہوتی لیکن افسوس صد افسوس ہم نے اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا، یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے دنیا اور آخرت دونوں کے خسارے کا سودا کیا۔ آخرت میں اس حرکت کی کیا سزا ملتی ہے، اُس کے تو تصور سے ہی لرزا طاری ہو جاتا ہے۔ ہم نے 1991ء کے اُس مبارک فیصلے کو عدالت میں چیلنج کر کے اپنی دنیا بھی برباد کر لی۔

آج ہماری معاشی، سیاسی اور معاشرتی حالت یقیناً عبرت ناک ہے۔ معاشی طور پر ہمارا شمار گداگروں میں ہے۔ سیاسی عدم استحکام اپنے عروج پر ہے۔ معاشرتی طور پر بھی اپنی صورت کو بگاڑ رکھا ہے۔ یہ اُس جنگ کا نتیجہ ہے جو ہم ختم نہیں کر پا رہے۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اکتیس برس کے بعد ہمیں ایک اور موقع دیا۔ وفاقی شرعی عدالت نے 28 اپریل 2022ء (جو 26 رمضان المبارک کی شب تھی) کو پھر ایسا ہی ایک خوبصورت فیصلہ صادر کر دیا۔ اور پاکستان میں رائج سود کی تمام اقسام کو ربا اور حرام مطلق قرار دے دیا۔ اس بار عدالت نے ارباب اختیار کو پانچ سال کا وقت دیا تا کہ وہ غیر سودی معیشت کو رواج دے سکیں۔ لیکن بدقسمتی کی انتہا دیکھیں کہ وقت کی حکومت نے اس کے باوجود اس فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ اسے سوئے اتفاق کہہ لیں کہ اُسی جماعت اور اُسی خاندان کی حکومت نے دوبارہ چیلنج کیا ہے۔ جس نے 1991ء کے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو چیلنج کیا تھا۔ اضافی طور پر یہ کہ موجودہ اتحادی حکومت میں JUI-F ایک اہم پارٹنر کی حیثیت سے شامل ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن اس اسلامی جماعت کے سربراہ ہیں اور اُن کی جماعت کے چار ارکان کابینہ میں شامل ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حکومت کے سربراہ فرماتے ہیں کہ اُن کے علم میں ہی نہیں کہ فیصلہ چیلنج کر دیا گیا ہے اور جمعیت علمائے اسلام (ف) کے قومی اسمبلی میں نمائندے مولانا اسعد محمود فیصلے کو چیلنج کرنا وزیر اعظم کا ذاتی فیصلہ بتاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اُنہیں اس حوالے سے اعتماد میں نہیں لیا گیا۔

بہرحال ہم وزیر اعظم سے درخواست کرتے ہیں کہ اب تو اُن کے علم میں آ ہی گیا کہ فیصلے کے خلاف اپیل کر دی گئی ہے تو اب اس اپیل کے فیصلے کو واپس لے لیں اور مولانا فضل الرحمن کی جماعت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ کوئی اپوزیشن جماعت نہیں کہ اس اپیل کے خلاف قومی اسمبلی میں تقاریر کریں، اُن کی حکومت سے یہ جرم سرزد ہوا ہے۔ لہٰذا یا تو حکومت کو مجبور کر دیں کہ وہ اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ سے تمام اپیلیں واپس لے یا اس حکومت سے عملی طور پر علیحدگی اختیار کر لیں وگرنہ اس کے علاوہ جو کچھ آپ کی طرف سے عذر پیش کیا جائے گا وہ قوم قبول نہیں کرے گی۔ ایک اسلامی جماعت کی حیثیت سے وفاقی شرعی عدالت کے 28 اپریل 2022ء کے فیصلے کا دفاع کرنا آپ کی تہری ذمہ داری ہے۔ ایک پاکستان کے مسلمان شہری کی حیثیت سے، ایک دینی جماعت کی حیثیت سے اور ایک حکومتی جماعت کی حیثیت سے آپ کو کھل کر اور چیلنجنگ انداز میں سامنے آ کر مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہم اس حوالے سے آخری اور حتمی بات کہہ دیتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اور سودی معیشت کسی صورت اکٹھے نہیں چل سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اللہ اور رسول ﷺ سے یہ جنگ ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیں۔ آمین یارب العالمین!

اہلِ ایمان سے ایمان کا تقاضا

(سورۃ الحدید کی آیت 7 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 24 جون 2022ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن حکیم کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم ان شاء اللہ سورۃ الحدید کی آیت 7 کا مطالعہ کریں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷﴾ ’’ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر اور خرچ کرو اُن سب میں سے جن میں اُس نے تمہیں خلافت عطا کی ہے۔ پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے (اپنے مال و جان کو) خرچ کیا‘ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔‘‘

یہ قرآن حکیم کی بہت جامع اصطلاحات ہیں کہ کبھی ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بات آتی ہے جیسے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۲﴾ ’’اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں‘ یہی ہیں جنت والے‘ وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔‘‘ (البقرۃ:82)

اعمال صالحہ میں اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق دونوں شامل ہیں اور ہماری انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کے معاملات بھی شامل ہیں۔ یعنی ایمان اور اعمال صالح کی اس قرآنی اصطلاح میں پورے دین پر عمل کا تقاضا ہے۔ جو اس پر عمل کرے گا اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ اسی طرح کہیں ایمان کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی اصطلاح قرآن میں آتی ہے جس کا تقاضا ہے کہ ایمان لانے کے بعد پوری زندگی اللہ کے راستے میں لگا دو، اپنی جان، مال اور ہر چیز اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے وقف کر دو۔ اسی طرز پر یہاں ایمان اور انفاق کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر انفاق کا مفہوم مال خرچ کرنے کے ضمن میں لیا جاتا ہے۔ وہ بھی ٹھیک ہے لیکن یہاں اس اصطلاح کو اللہ تعالیٰ نے وسیع تر مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ یعنی جو کچھ بھی تمہیں مل گیا ہے یعنی زندگی، وقت، وسائل، پیسہ، صلاحیتیں، اولاد، جائیداد وغیرہ اور ہر وہ چیز جس میں تمہیں اختیار دیا گیا ہے اس کو اللہ کی راہ میں، اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے خرچ کرو۔ قرآن اس طرح کی جو بھی جامع اصطلاحات استعمال کرتا ہے ان میں پورے دین پر عمل کا تقاضا ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر انفرادی اور اجتماعی گوشے میں دین پر عمل کیا جائے۔ جب پورے دین پر عمل ہوگا تو تب ہی عدل قائم ہوگا۔ جیسے سورۃ الحدید میں ہی فرمایا:

مرتب: ابو ابراهيم

’’ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ‘ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری‘ تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔‘‘ (آیت 25)

رسولوں کا بھیجا جانا اصل میں ایک انقلابی مشن ہے۔ تمام رسولوں کو اس لیے بھیجا گیا کہ وہ بشارت اور انذار کا فریضہ انجام دیں اور دین کو قائم کریں تاکہ انسانیت عدل پر قائم ہو جائے کیونکہ انسانیت کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ جب تک بندوں پر بندوں کے رب کا حکم نافذ نہ ہو کماحقہ لوگوں کو عدل میسر نہیں آسکتا۔ رسول صرف نمازیں پڑھانے کو نہیں آئے یا صرف اللہ کی تسبیح کا تقاضا لے کر نہیں آئے۔ یہ آج ہمارا تصور دین بگڑ کر محدود ہو گیا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کر لیا، داڑھی، ٹوپی کا اہتمام کر لیا تو بس دین مکمل ہو گیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اُمت مسلمہ کا اصل کام دین کو ہر شعبۂ زندگی میں قائم و نافذ کرنا ہے تاکہ مسجدوں کے باہر بھی ہر جگہ وہی جذبۂ ایمان نظر آئے، کاروبار میں، ملازمت میں، سوسائٹی میں، عدالت میں، ایوان حکومت اور سلطنت و ریاست میں ہر جگہ اللہ کا حکم نافذ ہو۔ بندوں پر بندوں کا قانون نہ چلے بلکہ اللہ کا حکم سب پر چلے تب عدل قائم ہو گا۔ تمام انبیاء و رسل اسی مشن کے لیے بھیجے گئے اور یہی ان کی ساری زندگی جدوجہد رہی۔ فرمایا:

﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ﴾ ’’اور (آپؐ کہہ دیجیے کہ) مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔‘‘ (الشوریٰ:15)

اس عظیم مشن کے لیے اللہ کے نبی ﷺ نے ساری زندگی، تمام وسائل، صلاحیتیں اور جان لگا دی تب جا کر دنیا میں عدل و انصاف قائم ہوا تھا۔ مگر آج جس ظالمانہ نظام کے اثرات ہم دنیا اور اپنے معاشرے میں دیکھ رہے ہیں اس میں اللہ کا نہیں بلکہ بندوں کا حکم چلتا ہے، اسی لیے یہ ظلم و استحصال کا بازار گرم ہے۔ اس سرمایہ دارانہ نظام کا ایک بڑا ستون سود ہے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا تھا۔ مگر اللہ کے حکم سے سرکشی کرتے ہوئے سودی نظام دنیا پر مسلط کر دیا گیا جس کے اثرات ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک طرف لوگ روٹی کو ترستے ہیں اور خودکشیاں کر رہے ہیں جبکہ دوسری طرف وہ طبقات ہیں جن کو اپنی عیاشیوں پر خرچ کرنے کے لیے نت نئے طریقے ایجاد کرنے پڑتے ہیں۔ یہ جو دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے، یہ جو ظلم کا نظام ہے جہاں غریب غریب تر ہوتا چلا جائے اور امیر، امیر سے امیر تر ہوتا چلا جائے اسی ظلم کے خاتمے اور عدل کے قیام کے لیے انبیاء و رسل تشریف لائے تھے۔ ختم نبوت

کے بعد یہ ذمہ داری اس اُمت کے کندھوں پر ہے۔ مگر آج دین کا یہ تصور اس اُمت کے ذہنوں سے محو ہو گیا۔ حالانکہ قرآن واضح بتا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مشن کیا تھا؟

﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ﴾ ’’اور (آپؐ کہہ دیجیے کہ) مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔‘‘ (الشوریٰ:15)

اور یہی حکم اس اُمت کے لیے آیا تھا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ﴾ ’’اے اہل ایمان! کھڑے ہو جاؤ پوری قوت کے ساتھ عدل کو قائم کرنے کے لیے اللہ کے گواہ بن کر۔‘‘

اللہ کے دین کی گواہی کے لیے کھڑا ہونا، اللہ تعالیٰ کے لیے کھڑا ہونا، عدل وقسط کے نظام کے لیے کھڑا ہونا، ختم نبوت کے بعد اس اُمت کی ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کو فراموش کر دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج دنیا ہم پر ظالمانہ فیصلے زبردستی نافذ کر رہی ہے۔ آج IMF کہتا ہے پٹرول کے نرخ مزید بڑھا دو تو ہمارے حکمرانوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارا نہیں ہوتا کہ وہ اپنے آقاؤں کی بات مان لیں، وہ کہتے ہیں بجلی کا بم عوام پر گرانا ہے تو ہم گراتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ٹیکس کے ریٹ بڑھانے پڑیں گے تو ہم بڑھاتے ہیں چاہے عوام مہنگائی سے تنگ آ کر خودکشیاں کرتے رہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ڈومور کرنا پڑے گا تو ہم کرتے ہیں حالانکہ ہم وہ تھے جنہیں دنیا کے فیصلے کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا، دنیا کو ہم نے لیڈ کرنا تھا، ہم وہ تھے جن کو دنیا کو ظلم سے نجات دلانے کے لیے کھڑا کیا گیا تھا اور آج ظلم یہ ہے کہ ہم دنیا کے رحم وکرم پر ہیں۔ ہم دنیا کے فیصلوں کو خوشی سے قبول کر رہے ہیں۔ آج ہمارے حکمران اور ادارے خوش ہیں کہ پاکستان گرے لسٹ سے نکل گیا، لیکن اس کے لیے کیا قربان کیا گیا اور قربان کیا جائے گا، کوئی نہیں سوچ رہا۔ یعنی ہم قومی خودمختاری کا سودا کر کے خوش ہو رہے ہیں، قوم کو غلام ابن غلام بنا کر خوش ہو رہے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! اس سے بڑھ کر امت کے لیے ڈوب مرنے کا مقام اور کیا ہوگا؟

کہاں ہم وہ تھے جنہیں خیر امت کہا گیا تھا اور ہمیں دنیا کی لیڈرشپ دی گئی تھی تاکہ ہم بندوں کو بندوں کی غلامی سے آزاد کریں اور معاشروں میں، ریاست، سیاست، معیشت اور معاشرت میں عدل وانصاف قائم کریں اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ غلام ابن غلام بننے کے لیے خوش ہو رہے ہیں۔ وہی بات ہے کہ۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اس کائنات کی بادشاہت نہ امریکہ کے پاس ہے، نہ آئی ایم ایف کے پاس ہے، نہ دنیا کی دوسری فنڈنگ ایجنسیز کے پاس ہے بلکہ اس کائنات کا کل اختیار رب العالمین کے پاس ہے۔ اسی ربِ کائنات پر یقین اور بھروسا کر کے پڑوس میں افغان طالبان کھڑے ہو گئے۔ اسی سورت کے آغاز میں اس عظیم رب کا تعارف یوں آیا تھا:

’’تسبیح کرتی ہے اللہ کی ہر وہ شے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ اور وہ بہت زبردست ہے' کمال حکمت والا۔ اُسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی۔‘‘

یہ مدنی سورت ہے اور یہ سورتیں اس وقت نازل ہوئیں جب مدینہ منورہ میں فتوحات کے بعد لوگ تیزی سے اسلام میں داخل ہو رہے تھے، ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے اسلام کے لیے ابھی کوئی قربانیاں نہیں دی تھیں۔ ابھی انہوں نے کوئی مصائب نہیں جھیلے، وہ مشقتوں اور صبر کے مراحل سے نہیں گزرے۔ کلمہ پڑھا ہے مگر ایمان کی کمزوری ہے۔ نئے نئے ابھی اسلام میں داخل ہوئے۔ ساتھ ساتھ مدینے میں منافقت والا طرزِ عمل بھی پروان چڑھ رہا تھا۔ منافقین وہ تھے جو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اقرار بھی کرتے تھے اور دعویٰ بھی کرتے تھے مگر قرآن حکیم کہتا ہے کہ ان کے دل میں ایمان نہیں تھا اسی لیے وہ جہاد وقتال سے، ہجرت کرنے سے، راہ خدا میں انفاق کرنے سے اور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کرنے سے بھاگتے تھے۔ یہ نئے مسلمان ہونے والے یا منافقین جو مسلمانوں کی فتوحات کو دیکھ کر، اسلام کی طاقت کو دیکھ

پریس ریلیز: یکم جولائی 2022ء

چین کا خطے کے ممالک کی کانفرنس میں پاکستان کو نظرانداز کرنا ریاستی سطح پر لمحہ فکریہ ہے

شجاع الدین شیخ

چین کا خطے کے ممالک کی کانفرنس میں پاکستان کو نظرانداز کرنا ریاستی سطح پر لمحہ فکریہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ چین میں ہونے والے High-Level Dialogue on Global Development (HLDGD) میں پاکستان کے سوا خطے کے اکثر ممالک کو مدعو کیا گیا۔ بھارت جس سے چین کے مختلف تنازعات ہیں اور اکثر سرحدی جھڑپوں کی نوبت آجاتی ہے وہ اس کانفرنس میں شریک ہوا لیکن پاکستان جس کے چین سے تعلقات کی یہ مثال دی جاتی تھی کہ اُن کی دوستی کوہ ہمالیہ سے بلند، سمندر سے گہری اور شہد سے میٹھی ہے اُسے نظرانداز کر دیا گیا۔ اُنہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم گزشتہ چند سالوں سے امریکہ سے دوری اختیار کر رہے تھے اور چین اور روس سے قریبی تعلقات قائم کر رہے تھے یہ دونوں بڑی طاقتیں بھی ہماری اس پالیسی کو قدر کی نگاہ سے دیکھ رہی تھیں لیکن اچانک پاکستان نے یوٹرن لیا اور ایک بار پھر امریکہ کی گود میں جا گرا۔ ہماری سیاسی اور عسکری قیادت کو معلوم ہونا چاہیے کہ عالمی سطح پر ایسے غیر ذمہ دارانہ رویے سے قومیں اپنا اعتبار اور اہمیت کھو بیٹھتی ہیں اور ایسے ممالک کسی کی بھی نگاہ میں قابلِ احترام نہیں رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف چین نے ہمیں بھارت کے مقابلے میں بُری طرح نظرانداز کیا اور دوسری طرف مغربی سامراجی قوتیں اور اُن کے ذیلی ادارے ہماری مدد کے نام پر سخت سے سخت شرائط عائد کرتے جا رہے ہیں۔ گویا ہم ذاتی مفادات اور اقتدار کی جنگ جیتنے کے لیے ملکی اور قومی مفادات کو تج کر دیتے ہیں اور یہ دنیا میں ہمارے ذلیل وخوار ہونے کی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں بحیثیت قوم اپنے رویے کو اصولی اور ذمہ دارانہ بنانا ہوگا تاکہ دنیا بھی ہمیں عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

کرکلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل تو ہو گئے مگر ابھی دل سے ایمان نہیں لائے تھے' ایسے ہی لوگ اس سورت میں مخاطب ہیں۔اس تناظر کو سامنے رکھیں تو زیر مطالعہ آیت میں اللہ تعالیٰ ایسے ہی مسلمانوں سے خطاب کر رہا ہے:

''ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر اور خرچ کرو اُن میں سے جن میں اُس نے تمہیں خلافت عطا کی ہے۔پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا' ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عتاب نازل ہوا ہے۔یہ دور نبوی ﷺ میں صدیق اکبر ؓ فرما رہے ہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں تو اس بات کی صداقت میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔یعنی یہاں ایمان والوں کو ہی جھنجوڑا جا رہا ہے کہ سچے دل سے ایمان لے آؤ اور اس کے بعد دین کے تمام تقاضوں کو پورا کرو۔

ہم سمجھتے ہیں کہ آج امت کو اسی طرح کے مقامات قرآنی کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے جہاں قرآن حکیم ماننے والوں سے کہتا ہے کہ مانو اور ایمان لاؤ۔ سورۃ النساء میں فرمایا:

''اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر' اُس کے رسولؐ پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے نازل فرمائی اپنے رسولؐ پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے پہلے نازل فرمائی۔'' (آیت:136)

بہت واضح الفاظ میں ایمان والوں سے ہی خطاب ہے کہ ایمان لے آؤ۔صرف زبانی اقرار والا ایمان نہیں بلکہ تصدیق بالقلب والا ایمان مطلوب ہے۔جب دل میں ایمان ہوتا ہے تو عمل ثبوت پیش کرتا ہے۔اس عمل کا جامع عنوان کبھی اعمال صالحہ کی صورت میں قرآن میں سامنے آتا ہے، کبھی جہاد فی سبیل اللہ کی صورت میں اور کبھی انفاق فی سبیل اللہ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔قرآن کی ان جامع اصطلاحات میں پہلے ایمان کا تقاضا آتا ہے جس میں واضح پیغام یہ ہوتا ہے کہ پہلے اپنے ایمان کو مضبوط کرو، سچے دل سے ایمان لاؤ۔

''اے ایمان کے دعوے دارو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کے بارے میں بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے چھٹکارا دلا دے؟ (وہ یہ کہ) تم ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسولؐ پر اور جہاد کرو اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ۔یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔'' (الصف:10،11)

آج تجارت اکثر دنیا کے مال کے لیے ہو رہی ہے جو دنیا میں ہی رہ جائے گی۔یہاں بھی ایمان اور جہاد کی جامع اصطلاح میں پوری زندگی کے تقاضے ہیں لیکن یہاں بھی پہلے سچے ایمان کا تقاضا ہے۔آج یہی ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ زبان پر ایمان ہے لیکن ہمارا عمل اس کی تصدیق نہیں کر رہا۔بات تلخ ہے لیکن حقیقت پر مبنی ہے کہ یہ کیسا ایمان ہے جو اللہ اکبر کی صدائیں بندہ سن رہا ہے مگر وہ نماز کے لیے اٹھنے کو تیار نہیں ہے، یہ کیسا ایمان ہے جو سود چھڑوانے کے لیے ہمیں تیار نہیں کر رہا۔رمضان شریف میں وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ آیا تھا کہ سود حرام ہے اس کو حکومت فوری ختم کرے۔لیکن اب خبر آئی ہے کہ سٹیٹ بینک سمیت چار کمرشل بینک سپریم کورٹ میں ریویو پٹیشن لے جا چکے ہیں۔کیا ان بنکوں کے مالکان مسلمان نہیں ہیں؟ ہمارے حکمرانوں کا کیا مسئلہ ہے کہ وہ سودی معیشت کو ختم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے؟ اگر ایمان دل میں ہے تو اللہ کے اس فرمان پر عمل کیوں نہیں ہوتا؟

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود میں سے جو باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مؤمن ہو'' (البقرۃ:278)

اس آیت میں بھی ایمان کے بیان سے معاملہ شروع ہوا۔یعنی ایمان اور سود ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ہم نے یہ ملک اللہ سے اس وعدہ پر لیا تھا کہ ہم یہاں اللہ کے احکام کو نافذ کریں گے۔آج 22 کروڑ عوام کے مصائب کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اللہ کے ساتھ وفاداری نہیں کی بلکہ غداری کی ہے۔یہ حدیث اللہ کے رسول ﷺ اپنے خطبات میں اکثر پڑھتے تھے:

((لا ایمان لمن لا امانة له و لا دین لمن لا عهد له))

ہم نے اللہ سے وعدہ پورا نہیں کیا، پھر یہ کہ یہ کیسا ایمان ہے جو آج امت کی بیٹیوں کو چادر سے عاری کروا رہا ہے۔معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! اللہ کا نام لے کر حلف لے کر پارلیمنٹ میں بیٹھتے ہیں اور وہاں ایک سانس میں کچھ ایسے قوانین بھی نافذ کروا دیتے ہیں کہ جو شریعت کے خلاف ہوتے ہیں، تو مسئلہ ادھر ہی کھڑا ہے کہ ایمان والو! ایمان لاؤ۔محض زبان کے دعوے کافی نہیں ہیں۔ہم بائی چانس مسلمان ہو گئے کیونکہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے۔اگر خدانخواستہ کسی ہندو کے گھر میں پیدا ہوتے تو ظاہر ہے پھر چندر پال، گوپال ہوتے۔کسی عیسائی کے گھر میں پیدا ہوتے تو مائیکل اور جارج ہوتے۔یہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ماں کی گود میں کلمہ عطا کر دیا۔مگر یہ کافی نہیں ہے، ورنہ اس بیچارے کا کیا قصور ہے جو ہندو کے گھر میں پیدا ہوا' کیا اللہ کی جنت اتنی سستی ہے کہ صرف مسلمان کے گھر پیدا ہو جانے کی وجہ سے مل جائے گی۔اسی لیے امام غزالی ؒ نے کہا تھا: سب سے پہلے انسان کو اپنے موروثی ایمان سے توبہ کرنی چاہیے۔مطلب یہ ہے کہ شعوری طور پر اسلام لاؤ اور اس شعوری ایمان کے لیے قرآن سے جڑنا ہو گا، صاحب قرآن ﷺ سے جڑنا ہو گا۔اس ایمان کا لٹ جانا، کم ہو جانا، چلے جانا، اس کی فکر ضروری ہے۔آج ہمارے بچے میتھ میں کمزور ہو جائیں، انگلش کمزور ہو جائے تو ہمیں کتنی فکر ہوتی ہے۔کیا اس کی فکر ہے کہ ہمارا ایمان کمزور ہو گیا؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جس کو پنج وقتہ نماز کے لیے آتے دیکھو اس کے ایمان کی گواہی دو۔اگر نماز کے لیے نہیں آ رہا کدھر ہے ایمان؟ اللہ کے رسول ﷺ نے منافق کی علامات بیان فرمائیں کہ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے، جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے اور جب جھگڑا ہو جائے تو آپے سے باہر ہو جائے۔یہ منافق کی چار نشانیاں ہیں۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس میں یہ چاروں نشانیاں موجود ہوں وہ پکا منافق ہے۔

آج یہ چاروں نشانیاں ہم اپنے مزاج میں، اپنے گھروں میں، اپنے اعمال میں اور اپنے معاشرے میں دیکھ سکتے ہیں۔آج ہم اپنی بہو بیٹیوں کا حق دبا کر نہیں بیٹھے ہوئے؟ جو دو نمبر کا مال ایک نمبر کا بتا کر مارکیٹ میں بیچتے ہیں کیا یہ خیانت نہیں ہے؟ یہ ہمارا قومی مسئلہ بنا ہوا ہے۔پھر شکایت ہوتی ہے کہ حکمران بُرے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((اعمالکم عمالکم)) ''تمہارے اعمال تمہارے حکمران ہیں۔''

حاصل کلام یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کا نفاذ ہو لیکن اس سے پہلے سچا ایمان لانا ضروری ہے تب ہی ہمارا ہر عمل ایمان کی گواہی دے گا خواہ وہ نمازوں کا معاملہ ہو، وہ حیا کی پاسداری کا معاملہ ہو، وہ حرام سے بچنے کا معاملہ ہو، وہ وعدے کی پاسداری کی بات ہو، وہ امانت داری کے وصف کی بات ہو، وہ بندوں کے حقوق ادا کرنے کی بات ہو اور وہ رب کے لیے غیرت دینی ہونے کی بات ہو، خواہ ناموس رسالت کا معاملہ ہو، اگر ہمارا ایمان سچا ہو گا تو پھر ہمارا طرز عمل اس کی گواہی دے گا۔

زیر مطالعہ آیت کی تفسیر میں ابھی تک صرف ایمان پر بات ہوئی ہے، انفاق کے بارے میں آئندہ ذکر ہو گا ان شاء اللہ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا ایمان دل میں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

سودی نظام کی تباہ کاریاں

ابوعبداللہ

حدیث نبوی ﷺ ہے:

''جب کسی قوم میں سود اور زنا عام ہو جائیں تو وہ اپنے کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنا لیتی ہے۔'' (المستدرک)

آج یہی صورت حال ہمارے سامنے ہے، سود کے لین دین اور بدکاری کے فروغ نے وہ شکلیں اختیار کر لی ہیں کہ ان کا تصور بھی لرزہ طاری کر دیتا ہے، اسی طرح زکوۃ کے تعلق سے مجرمانہ غفلت اور کوتاہی کی عام فضا بنی ہوئی ہے، ہماری انہیں بداعمالیوں کا خمیازہ قدرتی آفات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

احادیث کی صراحت کے مطابق کسی قوم، خطے اور معاشرے پر اجتماعی آفت وعذاب کے آنے کا ایک بنیادی سبب سودی کاروبار اور سودی لین دین کا عام چلن ہے۔

شریعت نے حرام کاموں اور گناہوں کی جو تفصیل بتائی ہے اس میں سود کا گناہ سرفہرست ہے۔ قرآن وحدیث میں سود کی شناعت وقباحت کے تعلق سے ایسے ایسے الفاظ وحقائق بیان ہوئے ہیں کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

سورۃ البقرہ میں سود کی حرمت اور اس سے اجتناب کے حکم کے بعد ارشاد فرمایا گیا:

''اگر تم سود کا کاروبار نہیں چھوڑو گے تو تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔'' (البقرۃ:279)

غور کیا جائے تو قرآن وحدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نظریاتی لحاظ سے شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ اور عملی لحاظ سے سود ایک بڑا گناہ ہے۔ قرآن میں سود کے لیے اللہ اور رسول ﷺ سے ''اعلان جنگ'' کے الفاظ انتہائی سخت وعید اور بدترین شناعت کے اظہار کے لیے ہیں۔

سود کی بے برکتی اور نحوست کے وبال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔'' (البقرۃ:276)

ایک حدیث میں فرمایا گیا:

''سود کا مال اگرچہ بڑھ جائے مگر اس کا انجام ہمیشہ بے برکتی اور کمی کی شکل میں سامنے آتا ہے۔'' (ابن ماجہ)

سود خور کے مال میں سود کی وجہ سے بظاہر کتنا ہی اضافہ کیوں نہ نظر آتا ہو لیکن: (1) سود خور کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ (2) ایسے مال میں عام طور سے آفتیں لاحق ہوتی ہیں، ناجائز مصارف میں خرچ ہو جاتا ہے یا کسی ناگہانی آفت وحادثے کی نذر ہو جاتا ہے۔ (3) سود خور مال کے اصل فوائد یعنی عزت وراحت سے محروم رہتا ہے، اسے اسباب راحت چاہے جس قدر حاصل ہو جائیں، حقیقی راحت واطمینان وسکون کی کیفیات حاصل نہیں ہوتیں، پھر اس کی طبیعت میں سود خوری کی وجہ سے شقاوت، تنگ دلی، بزدلی، مجنونانہ حرص وہوس اور دنائت اور بے رحمی کے جراثیم جڑ پکڑ لیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کے دلوں میں اس کی کوئی قدر ومنزلت اور عزت ومقام باقی نہیں رہ جاتا۔

سود کی حرمت وشناعت کے تعلق سے احادیث نبویہ میں بہت مواد موجود ہے، بخاری ومسلم کی ایک روایت میں رسول اکرم ﷺ نے امت کو سات ہلاک وبرباد کرنے والی چیزوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، اور ان سات چیزوں میں شرک، جادو، قتل ناحق، میدان جنگ سے فرار، تہمت طرازی، یتیم کا مال ناحق کھانے کے ساتھ سود خوری کا ذکر صریح الفاظ میں آیا ہے۔ (بخاری)

حضرت جابر ؓ نقل کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے، اور سود پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (رواہ المسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ آپ ﷺ سے بیان کرتے ہیں: ''چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے (1) عادی شرابی (2) سود کھانے والا (3) ناحق یتیم کا مال اڑانے والا (4) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔'' (المستدرک)

ایک حدیث نبوی ﷺ میں سخت وعید کے الفاظ آئے ہیں: ''سود کے 72 گناہ ہیں، ان میں سب سے چھوٹا گناہ اس شخص کے گناہ کے برابر ہے، جو مسلمان ہو کر اپنی ماں سے زنا کرے، اور ایک درہم سود کا گناہ کچھ اوپر 30 زنا سے زیادہ بدتر ہے۔'' (شعب الایمان للبیہقی)

حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

''سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے ہوئے استعمال کرلے 36 مرتبہ زنا سے بھی زیادہ شدید جرم ہے۔'' (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس قوم میں زنا اور سود پھیل گیا انہوں نے یقیناً اللہ کا عذاب اپنے اوپر اتار لیا۔'' (مجمع الزوائد)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

''جب اللہ کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو ان میں سود پھیل جاتا ہے۔'' (مسند الفردوس الدیلمی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے منقول ایک حدیث میں انتہائی چشم کشا حقیقت کا بیان ہے: ''ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا کہ کوئی بھی سود سے نہ بچ سکے گا، اور کوئی شخص سود خوری سے بچ بھی گیا تو بھی سود کے دھویں اور غبار سے نہیں بچ سکے گا۔'' (ابن ماجہ)

مذکورہ احادیث اور بطور خاص اس حدیث کے تناظر میں ہم اگر موجودہ صورت حال کا تجزیہ کریں تو واضح ہوتا ہے کہ محتاط اندازے کے مطابق 98 فیصد افراد سود کی لعنت میں گرفتار ہیں، پورا تجارتی نظام سود پر منحصر ہو چکا ہے، دو فیصد باتوفیق بندے ایسے ہیں جو سود خوری سے بچے ہوئے ہیں لیکن سودی نظام کی زنجیر نے عالمی معیشت وتجارت کو اس طرح جکڑ رکھا ہے اور سماج میں سود اس طرح سرایت کر گیا ہے کہ ان باتوفیق اور حلال کاروبار کرنے والوں کا حلال مال بھی پورے طور پر سود کے دھویں اور غبار سے محفوظ اور بچا ہوا نہیں رہ جاتا۔

اب جب کہ دنیا سودی لعنت میں جکڑے ہوئے تجارتی ومعاشی نظام کا تجربہ کر چکی ہے، اور اس کے اخلاقی، روحانی، تمدنی، اجتماعی اور معاشرتی نقصانات کا سامنا بھی کر چکی ہے، اور اس کے نتیجہ میں بار بار مختلف شکلوں میں آنے والے قہر الٰہی سے بھی دو چار ہو چکی ہے، دنیا کے لیے سود سے بالکل پاک اسلامی نظام معیشت (جو تمام انسانی طبقات کے لیے سراپا رحمت وخیر ہی ہے) کو اپنانے کے سوا کوئی اور متبادل اور چارہ کار باقی نہیں بچا ہے۔

موجودہ آفات وحوادث کی صورت حال پوری ملت کے لیے مقام عبرت ہے، اور اس کا پیغام یہی ہے کہ سود کی تمام شکلوں اور قسموں سے خلوص دل کے ساتھ توبہ کی جائے، اور اس روحانی واخلاقی جذام سے کوسوں دور رہا جائے، اس کے بغیر اللہ کے قہر سے حفاظت ممکن نہیں ہے۔

امیر سے ملاقات (پانچویں قسط)

میزبان: آصف حمید

رفقائے تنظیم اور عوام الناس کی جانب سے موصول ہونے والے سوالات کے جوابات

سوال: کچھ عرصہ پہلے تنظیم اسلامی کے رفقاء بوجوہ الگ ہوئے اور انہوں نے اپنی ایک الگ جماعت بنائی۔ ان کے اعتراضات کا تنظیم اسلامی نے جواب کیوں نہیں دیا؟

امیر تنظیم اسلامی: اس حوالے سے ایک اصولی بات ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ خود جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوئے تھے، پھر کچھ عرصے کے بعد انہوں نے دروس قرآن کے سلسلے شروع کیے اور پھر 1975ء میں انہوں نے تنظیم اسلامی قائم کی۔ ڈاکٹر صاحب ایک بات بیان کرتے تھے کہ آج جو بھی جماعت قائم ہوتی ہے وہ کوئی 'الجماعۃ' کے حکم میں نہیں آتی، الجماعۃ تو پوری امت مسلمہ ہے جو کلمہ گو مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اگر کوئی کسی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے تو کچھ اصول ہونے چاہئیں۔ مثلاً اگر کوئی تنظیم اسلامی میں شامل ہونا چاہتا ہے تو اسے تنظیم کے فکر، طریقہ کار اور تنظیم کے امیر پر اعتماد ہونا چاہیے۔ اگر وہ تنظیم کے فکر اور طریقہ کار سے متفق ہو کر تنظیم میں شامل ہو جاتا ہے تو وہ چلتا رہے گا لیکن عین ممکن ہے کہ پھر تنظیم کے فکر سے اختلاف رائے ہو جائے یا امیر تنظیم پر اعتماد ہی نہ رہے تو ایک شکل یہ ہے کہ صحیح فورم پر بات کو بیان کر کے شکایات کے ازالے کی کوشش کی جائے اور افہام و تفہیم کی کوشش کی جائے۔ لیکن پھر بھی اگر ایک شخص سمجھتا ہے کہ تنظیم صحیح فکر پر نہیں یا طریقہ کار صحیح نہیں رہا یا امیر پر اعتماد نہیں ہے تو پھر دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی اور اجتماعیت میں شمولیت اختیار کر لے۔ اگر کوئی تنظیم کو چھوڑ کر جا رہا ہے تو خدانخواستہ وہ اسلام سے باہر نہیں چلا گیا۔ ماضی قریب میں پاکستان کے مختلف شہروں سے ہمارے کچھ رفقاء کو کچھ اختلاف ہوا اور انہوں نے اپنے اختلاف کو پیش کیا۔ اختلاف کو پیش کرنے کے طریقہ کار کے حوالے سے ہم اختلاف رکھتے ہیں۔ اس کو ہم تفصیل میں لانا نہیں چاہتے۔ تنظیم کی یہی پالیسی ہے کہ ہم کسی جماعت، دینی شخصیات یا مکاتب فکر سے اختلاف ضرور کریں گے مگر ان میں سے کسی شخصیت کا نام لے کر کھلم کھلا ان پر تنقید نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا ہمیشہ سے موقف رہا ہے۔ جو حضرات چلے گئے ہم ان کے لیے دعا کرتے ہیں کہ جو ہدایت کا راستہ ہے اس پر اللہ ہم سب کو چلائے اور دین کے کام کے لیے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ تنظیم نے ان کے اختلافات کو پبلک میں اُچھالنا قطعاً مناسب نہیں سمجھا البتہ ہمارے رفقائے تنظیم کی ذہن سازی کے لیے تنظیمی نظم کے مطابق جو بھی مناسب تفصیلات بتانا مقصود تھیں وہ ہم نے لوگوں کو بتا دیں۔ اسی طرح اگر ہمارے رفقائے تنظیم میں سے کسی کو کلیریٹی کی ضرورت ہوتی ہے تو ہماری تنظیم کے نظم کے تحت اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو تنظیم میں شامل نہیں ہیں لیکن تنظیم اسلامی اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے محبت رکھتے ہیں اور ہم سے تعلق بھی رکھتے ہیں اگر ان میں سے کسی کو وضاحت کی ضرورت پڑی ہے تو ان کو تنظیم کے مقامی ذرائع سے وضاحت کر دی گئی۔ آج بھی اگر کسی کو اشکال ہے تو ہم اس سے گزارش کریں گے کہ وہ ہمارے مقامی نظم سے رابطہ کر لے۔ ہمارے سابقہ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب، اللہ ان کو صحت عطا فرمائے انہوں نے ہماری تربیت کا یہ پہلو بھی اجاگر کیا کہ ہمیں اس معاملے میں دینی اخلاق اور اقدار کو پیش نظر رکھنا ہے اور کوئی بدکلامی، بدزبانی یا کسی کی عزت سے کھیلنے کا معاملہ جو کہ دین میں منع ہے، ہمیں اس طرح کا کوئی کام نہیں کرنا۔

سوال: تنظیم اسلامی انقلاب کی خواہاں ہے اگر انقلاب آجاتا ہے تو تنظیم کے پاس ایسے افراد موجود ہیں جو اس پورے ملک کے نظام کو چلا سکیں گے؟

امیر تنظیم اسلامی: اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک کو دیکھیں تو آپ ﷺ نے کسی نرسری میں سیدنا عمر فاروق ؓ اور دوسرے صحابہ کرام ؓ کو پروڈیوس نہیں کیا تھا بلکہ آپ ﷺ نے ان کے ایمان پر محنت کی لیکن جب ان کو ایمان کی دولت مل گئی تو ان کی وہی صلاحیتیں اسلام کے غلبہ کے لیے صرف ہوئیں۔ ولیم میور لکھتا ہے کہ اسلام کے ماننے والوں کو اگر ایک اور عمرؓ مل جاتا تو ساری دنیا مسلمانوں کے پاس ہوتی۔ تنظیم اسلامی اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ پاکستان کے تمام اداروں میں اور تمام شعبوں میں اللہ اور رسول ﷺ کو ماننے والے لوگوں کی اکثریت ہے۔ ان کے سامنے دین کی انقلابی دعوت پیش کی جائے۔ قرآن حکیم، احادیث اور سیرت رسول ﷺ کے ذریعے ان کے قلوب میں ایمان کی آبیاری کی کوشش کی جائے اور اس کے نتیجے میں لوگ دین کے جامع تصور کو سمجھنے لگتے ہیں اور دینی فرائض کو ادا کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو انقلاب کے آنے کے بعد وہی لوگ ملک کا نظام چلائیں گے۔ یہ امت کوئی بانجھ نہیں ہے۔ پھر مملکت خداداد پاکستان کو امت مسلمہ کا لیڈنگ رول بھی تو ادا کرنا ہے۔ اس کے لیے کچھ شواہد بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتے ہیں۔ یہ ملک اللہ تعالیٰ نے رمضان کی 27ویں شب کو عطا کیا، یہ وہی شب ہے جس میں قرآن نازل ہوا تھا۔ پھر قرارداد مقاصد کا پاس ہو جانا اور اس میں یہ طے ہو جانا کہ حاکمیت اللہ کے لیے ہے جبکہ ساری دنیا سیکولرازم کا نعرہ لگا رہی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ملک کو ایٹمی و میزائل ٹیکنالوجی کا عطا کر دیا جانا، یہ سارے شواہد موجود ہیں۔ ایک اسلامی انقلابی تحریک کے نتیجہ میں جب لوگوں میں ایمان کا بیج پڑ جاتا ہے تو جو لوگ آج باطل نظام کی خدمت کر رہے ہیں کل ان کی وہی صلاحیتیں اللہ کے دین کے غلبے کے نتیجے میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست کے نظام کو چلانے کے لیے استعمال ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔

سوال: اگر کسی کی نمازیں کمزور ہوں اور اس کے والدین بھی عملی مسلمان نہ ہوں کیا ایسا بندہ تنظیم میں شامل ہو سکتا ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: ہم سب میں کمزوریاں ہیں۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں بڑی پیاری بات لکھی ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن حکیم بہت عظیم کتاب ہے تو بس یہ عظیم لوگ پڑھیں گے عام لوگ اس کو ہاتھ نہ لگائیں۔ شاہ صاحب نے کہا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ کوئی اگر یہ کہے کہ فلاں صاحب بڑے اچھے ڈاکٹر ہیں جو صحت مند لوگوں کا علاج کرتے ہیں۔ ڈاکٹر وہ نہیں ہے جو صحت مندوں کا علاج کرے بلکہ ڈاکٹر وہ ہے جو بیماروں کا علاج کرے۔ اسی طرح جماعت کا فائدہ یہ ہے کہ وہاں ہر قسم کے لوگ آئیں گے، اپنے ہم مقصد ساتھیوں کے ساتھ بیٹھیں گے، سیکھنے کا موقع ملے

گا، ایک دوسرے کو دیکھ کر ترغیب وتشویق ملے گی، تواصوا بالحق اور تواصوا بالصبر کے اصول کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہوگا تو پھر فائدہ ہوگا۔ ہم پیدائشی مسلمان ہیں۔ جس ایمان کو ہم نے وراثت میں پالیا ہے اب اس ایمان کو شعوری وحقیقی ایمان میں تبدیل کرنے اور آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ میں ان بھائی صاحب سے کہوں گا کہ آپ اجتماعیت میں ضرور شامل ہو سکتے ہیں اور آپ کو ہونا چاہیے۔ اجتماعیت کی برکت یہ ہوگی کہ ہمیں اپنی کمی کوتاہی کو دور کرنے کا موقع ملے گا۔ تنظیم میں شامل ہو کر کوئی نیا کام نہیں کرنا پڑے گا البتہ ایک ڈسپلن کے تحت وہی کرنا پڑے گا جو دین اسلام کے تقاضے ہیں۔ اگر آج اولاد کو یہ احساس ہو رہا ہے کہ شاید میرے والدین عملی مسلمان نہیں ہیں تو اولاد پر والدین کے احسانات تو ہیں اور ان احسانات کا ایک بدلہ یہ بھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اولاد کو دین کی سمجھ عطا فرمائی ہے تو اسے اپنے ماں باپ کی بھی فکر کرنی چاہیے۔ البتہ ماں باپ کے ادب کا لحاظ رکھنا بھی ہوگا۔ اجتماعیت اسے یہ بتائے گی کہ تو نے اکیلے اپنی فکر نہیں کرنی بلکہ قرآن کہتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:6) ''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے''

جب بندہ اجتماعیت کے ماحول سے بیٹری چارج کر کے گھر جا رہا ہوگا تو وہ گھر والوں کی اصلاح کا موجب بنے گا۔ ان شاءاللہ۔

سوال: تنظیم اسلامی کے دو بنیادی ایجنڈے ہیں:

1۔ سود سے پاک معیشت

2۔ خلافت راشدہ کا نظام

لیکن مجھے تنظیم کے عملی اقدامات نظر نہیں آتے۔ یہ ضرور ہے کہ تنظیم نے سود کے حوالے سے کچھ شرعی اقدامات کیے ہیں۔ اس کے علاوہ تنظیم کے کیا اقدامات ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: یقیناً ہمارے سلوگن میں بھی ہے:

تنظیم اسلامی کا پیغام

خلافت راشدہ کا نظام

یعنی خلفائے راشدین کو سامنے رکھ کر اصول لیں گے، راہنمائی لیں گے، اور عہد حاضر میں اسلام کو قائم کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ لیکن ہم رفقائے تنظیم کو یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ ایک فرد کا نصب العین اللہ کو راضی کرنا ہے اور آخرت میں کامیابی ہے۔ عین ممکن ہے کہ میں دنیا سے چلا جاؤں اور دین قائم نہ ہو لیکن اگر میں اپنے دینی فرائض کو ادا کرنے میں تن من دھن لگا رہا ہوں تو میں اللہ کے ہاں کامیاب ہو جاؤں گا۔ ان شاء اللہ! اسی طرح اگر دین غالب ہو گیا اور میں نے اپنا حصہ نہیں ڈالا تو میں ناکام ہو جاؤں گا۔ 8 ہجری میں عبداللہ بن ابی زندہ تھا جب مکہ فتح ہو گیا، پھر جب وہ مرا تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا جنازہ بھی پڑھا دیا لیکن اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس نے دین کے غلبہ کی جدوجہد میں اپنا حصہ نہیں ڈالا۔ بلکہ اطاعت رسول ﷺ اور قتال فی سبیل اللہ سے فرار اختیار کیا۔ دوسری طرف احد کے میدان میں 70 صحابہؓ شہید ہو گئے لیکن دین ابھی غالب نہیں ہوا تھا لیکن یہ سارے اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہوں گے کیونکہ انہوں نے اپنا حصہ ڈال دیا۔ اسی طرح ایک رفیق تنظیم، ایک فرد واحد کے پیش نظر یہ ہونا چاہیے کہ اللہ راضی ہو جائے اور آخرت میں مجھے کامیابی مل جائے۔ اس کے لیے اپنے دینی فرائض کو ادا کرنا ہے۔ یعنی خود اللہ کا بندہ بننا، دوسروں کو بندگی کی دعوت دینا اور بندگی والے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا ایک مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ اس کے علاوہ تنظیم اسلامی جو اقدامات کر رہی ہے وہ منکرات کے خلاف جدوجہد ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کا سود کے خلاف فیصلہ آ گیا لیکن انسداد سود کی جدوجہد تنظیم کی سطح پر بہت پہلے سے شروع تھی۔ 2002ء سے اس کیس کی ہم پیروی کر رہے تھے۔ سوال یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ تو آ گیا لیکن پھر بھی سود سے نظام کو کیسے پاک کریں گے؟ 1991ء میں بھی سود کے خلاف فیصلہ آ گیا تھا، پھر شریعت اپیلٹ بینچ کا فیصلہ 1999ء میں آیا۔ اس تمام عدالتی کارروائی میں صرف علماء نہیں پیش ہوئے بلکہ بینکرز، چارٹرڈ اکاؤنٹس، اکانومسٹ وغیرہ سب پیش ہوئے اور ان سب نے باقاعدہ روڈ میپس بھی دیے ہیں۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمان مرحوم سے پوچھا گیا تھا کہ کیا ہم اس نظام کو سود سے پاک کر سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا تھا کہ بالکل پاک کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہمارے حکمرانوں کی نیت ٹھیک ہو۔ عوام بجلی، گیس، پانی اور مہنگائی جیسے مسائل کے حل کے لیے سڑکوں پر آ جاتے ہیں لیکن اللہ کے دین کے لیے کوئی کھڑا ہونے کے لیے تیار نہیں۔ اس حوالے سے تنظیم اسلامی عوام اور حکمرانوں میں آگاہی کا فریضہ ادا کرتی رہے گی۔ عوامی پریشر بنانے کی کوشش ضرور کرے گی اور ہم حکمرانوں سے بھی کہیں گے کہ تمہارے پاس قوت نافذہ ہے، تم اللہ کے سامنے کیا جواب دو گے کہ تم نے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ ختم نہیں کی۔ پھر علماء سے بھی ہم درخواست کریں گے کہ وہ بھی اس کے لیے میدان میں آ کر کوشش کریں۔ ہمارے پاس قوت نافذہ نہیں ہے۔ یعنی ہاتھ سے منکرات کو روکنے کا اختیار تو ہمارے پاس نہیں ہے لیکن جو اس وقت ہمارے بس میں ہے ہم کر رہے ہیں اور کریں گے۔ ان شاءاللہ!

سوال: ایک سروے کے مطابق 89 فیصد پاکستانی عوام شریعت کا نفاذ چاہتی ہے۔ تنظیم اسلامی اس پوٹینشل کو نفاذ اسلام کے راستے میں استعمال کرنے میں کیوں ناکام ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: ان سرویز کی بنیاد کتنی مضبوط ہے اس کو بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ یقیناً ہماری عظیم اکثریت شریعت سے محبت کرتی ہے اور اس کا نفاذ چاہتی ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ برٹش کونسل نے کراچی میں یوتھ سے سروے کیا اور ان میں سے 76 فیصد نے کہا کہ شریعت کا نفاذ ہونا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ کل اگر 80 فیصد لوگ یہ کہہ دیں کہ ہمیں شریعت نہیں چاہیے تو کیا ہم شریعت کی بات کرنے سے رک جائیں گے؟ ایک مرتبہ کسی ٹی وی ٹاک شو میں چار پانچ لبرلز کے ساتھ ایک عالم کو بٹھا کر میوزک کے جائز اور ناجائز ہونے پر گفتگو کی گئی اور آخر میں سروے کرایا جاتا ہے اور اکثریت کی بنیاد پر میوزک کو جائز قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے سروے کی بنیاد پر اسلام کے کسی حکم کو ناقابل عمل قرار دے دیا جائے تو کیا شریعت کو رد کر دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں! البتہ ہمارے ہاں بے عملی، دین سے دوری ضرور ہوگی لیکن دین سے محبت بہرحال ہے۔ دعوے بھی ہیں لیکن بعض اوقات اعمال اس کے برعکس ہوتے ہیں۔ بہرحال اس طرح کے تجزیوں میں پوچھا جاتا ہے کہ کیا آپ شریعت چاہتے ہیں تو کون مسلمان انکار کرے گا؟ اصل سوال یہ ہے کہ جتنی شریعت کو ہم مانتے ہیں اس پر عمل درآمد کتنا ہے؟ صرف نماز کو لے لیں۔ نماز ریگولر پڑھنے والے بھی اکثر فجر میں کم نظر آتے ہیں۔ باقی شریعت کے احکامات کو تو دور رکھیں۔ یہ لٹمس ٹیسٹ ہے۔ سود کو ختم کرنا میرے بس میں نہیں لیکن نماز کو قائم کرنے والا بن جاؤں یہ میرے بس میں ہے۔ رمضان میں مسجدیں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں لیکن اب مشکل سے ایک صف ہوتی ہے۔ عوام اور

حکمرانوں دونوں کا یہی حال ہے۔ دین کے نعرے سب نے لگائے ہیں کسی نے شریعت، کسی نے ریاست مدینہ اور کسی نے اسلام کے نظام کا نعرہ لگایا لیکن نعروں سے اپنے مفادات ہی حاصل کیے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے حکمرانوں میں سے کوئی ایک حکمران بھی نہیں گزرا جو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ ختم کرنے میں سنجیدہ ہو۔ بہرحال یہ تجربے بجا ہیں۔ شریعت کو ایک خواہش کے طور پر تو بیان کیا جاتا ہے لیکن جتنا اس پر عمل کرنا ممکن ہے وہ اگر ہم نہیں کر پا رہے تو اسلام کے نظام کی طرف قدم بڑھانا بہت مشکل کام ہے۔ اسی معاشرے میں کچھ لوگ فضائل کو سامنے رکھ کر اعمال کرتے ہیں، ہم اعمال کے فضائل کے قائل ہیں لیکن جن گناہوں کی وعیدیں قرآن واحادیث میں بیان ہوئی ہیں ان کو کہاں لے کر جاؤ گے؟ سود نہیں چھوڑتے تو اللہ اور رسول ﷺ کی تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اس آیت کو کہاں لے کر جائیں گے۔ اگر تم حرام نہیں چھوڑتے تو تمہاری کوئی دعا اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگی، اس حدیث کو کہاں لے کر جائیں گے۔ حرام سے پلا ہوا جسم جہنم کا مستحق ہوگا۔ یہ لوگ ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ شریعت کی خواہش ایک الگ شے ہے لیکن شعوری طور پر اس پر عمل کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔

سوال: تنظیم اسلامی کے رفقاء کو مستقبل میں تحریک کے لیے کس طرح تیار کیا جاتا ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: ہماری دعوت، تربیت اور تزکیہ کا اولین ذریعہ قرآن حکیم اور سیرت النبی ﷺ ہے۔ ہمارے پیش نظر صرف کچھ رسومات یا چند افراد کی اصلاح نہیں ہے بلکہ ہمارے سامنے دین کا انقلابی مشن ہے جس کے لیے نبی اکرم ﷺ کو بھیجا گیا تھا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظام زندگی پر'' (الصف:9) ہم نے اس نہج والی تحریک کے لیے لوگوں کو تیار کرنا ہے۔ بہت سادہ انداز میں بات کی جائے تو اگر ہم نے اللہ کا نظام لانا ہے تو اللہ والے بندے تیار کرنے ہوں گے۔ کم از کم اپنے وجود پر اسلام کو نافذ کرنا تو ہر بندے کے اختیار میں ہے، اگر نہیں کرتے تو اس میں ہمارا اپنا قصور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝۳۶﴾ (الزخرف) ''اور جو کوئی منہ پھیر لے رحمان کے ذکر سے' اس پر ہم ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں' تو وہ اس کا ساتھی بنا رہتا ہے۔''

اگر میں نماز ضائع کرتا ہوں، مال حرام میں منہ مارتا ہوں، غیبت کرتا ہوں، گالیاں دیتا ہوں یا کوئی برا کام کرتا ہوں تو اس میں امریکہ، یہود اور شیطان کا قصور نہیں ہے بلکہ یہ قصور میرا اپنا ہے۔ ہم اس نہج پر تربیت کی بات کرتے ہیں کہ پہلے میری ذات مکلف ہے۔ یہاں سے سلسلہ شروع ہوگا۔ پھر آگے اپنے اقرباء ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ جہاں میرا دائرہ اختیار ہے اولاً میں وہاں شریعت کے احکامات کے نفاذ کی کوشش کروں گا تو روز قیامت منہ دکھانے کے قابل ہو سکوں گا۔ نظام کی تبدیلی ایک فرد کے لیے ممکن نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ایک منظم جماعت درکار ہے جو سمع وطاعت کی بیعت کی بنیاد پر قائم ہو، سمع وطاعت کے ڈسپلن میں جڑی ہوئی ہو اور اپنے امیر کی ہر معروف پکار پر لبیک کہنے کو تیار ہو۔ اس میں فکری اور قلبی تربیت ہوگی تاکہ رفقاء آخرت کے طلب گار ہو جائیں اور اللہ کی رضا ان کے لیے ترجیح اوّل بن جائے۔ تنظیم اسلامی کی مستقل پالیسی ہے کہ یقیناً ہم منہج انقلاب نبوی ﷺ کو سامنے رکھ کر تیاری کریں گے۔ البتہ حضور ﷺ کے منہج میں قتال فی سبیل اللہ کا مرحلہ بھی آیا کیونکہ ان کے سامنے کفار اور مشرکین تھے لیکن یہاں پاکستان میں حکمران، ریاستی اداروں کو چلانے والے اور عوام سارے مسلمان ہیں لہٰذا یہاں قتال کے متبادل ہم نے پُرامن، غیر مسلح اور منظم تحریک کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ اس تحریک کا آغاز کسی منکر کے خاتمے کی تحریک سے ہو۔ لیکن اس سے پہلے لوگوں کی تربیت کر کے ایک منظم جماعت میں لانا ضروری ہے تاکہ وہ سمع وطاعت کے پیکر ہوں اور آخرت ان کو مطلوب ہو۔ جب تک آخرت کے طلب گار لوگ نہیں ہوں گے اس وقت تک دینی اجتماعیت کا معاملہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔

سوال: ہماری نوجوان نسل (بالخصوص کالجز اور یونیورسٹیز سے تعلیم یافتہ) دین اسلام پر عمل کرنے سے کیوں دور بھاگتی ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: 2007ء سے 2015ء تک میرا بھی کراچی کی یونیورسٹیز میں اسلامیات اور عربی گرامر کی تدریس کا معاملہ رہا ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ نوجوان نسل میں عمل میں کمزوری ضرور ہے لیکن دین سے بغاوت نہیں ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ لاعلمی ہے کیونکہ والدین نے ماحول نہیں دیا۔ انہوں نے دنیا کے لیے انگریزی سکھائی لیکن دین کی الف ب بھی نہیں سکھائی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام دشمن قوتیں اس کے لیے سازشیں ضرور کر رہی ہوں گی۔ آج سے پچاس سال پہلے اگر باطل قوتیں کتابیں لکھ کر رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور اسلام پر رقیق حملے کرتی تھیں تو آج وہی کام وہ میڈیا اور سوشل انجینئرنگ کے ذریعے کر رہی ہیں۔ یقیناً بیرونی سازشیں بھی ہیں اور پھر انسان کی اپنی کمی کوتاہی کا معاملہ بھی ہوتا ہے۔ البتہ میں سمجھتا ہوں کہ نوجوان نسل کو قریب کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے بچے اگر مسجد میں آ جائیں تو بڑے بزرگ ان کو ڈانٹ کر پیچھے کر دیتے ہیں۔ طیب اردگان نے کہا تھا کہ اگر ہماری مساجد میں بچوں کی آوازیں نہیں آ رہیں تو پھر ہمیں تیار رہنا چاہیے کہ کل ہمارے بچے صرف مسجد سے نہیں بلکہ اسلام سے بھی باہر ہوں گے۔ ایک امریکن تھنک ٹینک کا تجزیہ ہے کہ اگر ہم نے اپنے بچوں کی مذہبی لیکچرز میں حاضری کو یقینی بنانے کی کوشش نہ کی تو ہمیں تیار رہنا چاہیے کہ ہماری اگلی نسل Ego centric machines ہوں گی جن میں احساسات اور جذبات نام کی کوئی شے موجود نہیں ہوگی۔ اگر امریکن تھنک ٹینک آج سے بیس پچیس سال پہلے کہہ رہا ہے تو آپ سوچیں کہ ہمارا دین اس پر کتنا زور دیتا ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز شروع کرادو اور اگر دس سال میں نماز نہ پڑھے تو اس پر سختی کرو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بچہ سات سال کا ہو تو اس کو اس وقت کے تقاضوں کے مطابق وقت دو۔ آج بچوں کو والدین وقت نہیں دیتے۔ ان کا وقت میڈیا لے جاتا ہے۔ والدین بچوں کو کارٹون دکھاتے ہیں جو بچوں کی تربیت کا بیڑا غرق کرنے کے لیے کافی ہیں۔ پھر منشیات کا معاملہ بھی ہے جس کی وجہ سے بچے ڈپریشن کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایک کلاس کا بچہ مجھے بتا رہا تھا کہ میری کلاس کے پچیس بچوں میں سے 23 ڈپریشن کا شکار ہو چکے ہیں۔ یہ گوناگوں مسائل ہیں اور یہ مسئلہ کوئی اتنا سادہ اور آسان نہیں ہے۔ اس سب کے باوجود میں کہوں گا کہ جو دین کی دعوت لے کر کھڑے ہوئے ہیں ان کو ان نوجوانوں کو سینے سے لگانا پڑے گا اور ان کے ساتھ ان کی سطح پر آ کر بات کرنا پڑے گی، ان کے مسائل کو سمجھنا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں سے کلام کرو ان کی سطح پر آ کر۔ یعنی ان کی ذہنی وعقلی سطح پر بات کرو۔ یہ ہمیں کرنا پڑے گا۔ ان کو

سوال کرنے کا موقع دینا پڑے گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں تو پتا چلا کہ بچے آپ ﷺ کی ٹانگوں سے لپٹ رہے ہیں، آپ ﷺ سجدہ میں ہیں اور بچہ آپ ﷺ کے کندھے پر آکر بیٹھ جاتا ہے۔ ہمارے لیے اسوہ تو رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ بچوں سے بھی گزارش ہے کہ وہ سوال کریں لیکن اس میں بدتمیزی نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک نوجوان آتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے زنا کی اجازت دیجیے۔ آپ ﷺ نے اسے ڈانٹا نہیں ہے بلکہ اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری ماں، بہن، بیٹی کے ساتھ کوئی یہ کرے تو تم برداشت کرو گے؟ اس نے کہا: سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے سمجھایا کہ جس کے ساتھ تم زنا کرو گے وہ بھی کسی ماں، بہن، بیٹی ہوگی کیا وہ یہ برداشت کرے گا۔ اس نوجوان نے توبہ کی۔ آپ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اللہ سے دعا کی اے اللہ اس کو ہدایت عطا فرما۔ آپ ﷺ نے اس کی فطرت کو اپیل کیا اور اس کی اصلاح کی کوشش کی۔ ہمارے ہاں بہت سے ایسے علماء، داعیان دین ہیں جنہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ نوجوانوں سے رابطہ رکھا ہے ان کی ذہنی سطح پر انہوں نے کلام کیا ہے، ان کے مسائل کو سننے کی کوشش کی اور پھر ان کو اللہ سے، قرآن سے اور خیر کے ماحول سے جوڑنے کی کوشش کی تو اللہ کا شکر ہے لوگوں میں تبدیلیاں آرہی ہیں۔ ہمیں مثبت چیزوں کو بھی دیکھنا چاہیے۔ بے عمل مسلمان کو اس طرح ترغیب دی جاسکتی ہے کہ دیکھو وہ غیر مسلم اسلام قبول کر کے ایک شعوری مسلمان بن گیا ہے تو تم پیدائشی مسلمان ہو کر ایک اچھے مسلمان کیوں نہیں بن سکتے؟ مثالیں موجود ہیں کہ نوجوانوں میں تبدیلیاں آرہی ہیں، اگر نہ آئی ہوتیں آج مساجد اور دینی اجتماعیتوں کے اندر نوجوان نظر نہ آتے۔ ہمیں ایسی مثبت مثالیں پیش کرنی چاہئیں تاکہ شیطان کے حملوں اور موجودہ دور کے فتنوں کے خلاف نوجوانوں میں جذبہ پیدا ہو۔

سوال: اگر کوئی شخص تنظیم اسلامی میں شمولیت کے بغیر مالی معاونت کرنا چاہے تو کیا وہ قبول کی جائے گی اور اس کے لیے کیا طریقہ کار ہوگا؟

امیر تنظیم اسلامی: ایک حکایت ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اعلان کیا کہ آج ہم بڑے اچھے موڈ میں ہیں لہٰذا جس کو جو چاہیے آج وہ مانگ لے۔ لوگوں نے اپنی اپنی پسند کی چیزیں مانگ لیں۔ پاس کھڑی ایک خادمہ نے عرض کیا: جان کی امان پاؤں تو میں بھی کچھ مانگ لوں؟ خلیفہ نے کہا کیوں نہیں مانگو جو مانگنا ہے۔ اس نے بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا مجھے آپ چاہئیں۔ اسی طرز پر ہم کہیں گے کہ بعض لوگ ہمیں مال دینا چاہتے ہیں لیکن مال نہیں چاہیے بلکہ آپ چاہئیں کیونکہ ہم ایک دوسرے کی ضرورت ہیں کہ ہمیں مل جل کر تواصوا بالحق کے تقاضے کے مطابق اپنے دینی فرائض کو ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ جب آپ آئیں گے تو مال بھی آئے گا، آپ کی صلاحیتیں، آپ کی پی آر، آپ کے تعلقات بھی آئیں گے، آپ کے وسائل بھی آئیں گے یعنی آپ کا سب کچھ آجائے گا۔

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ہمیں بڑا وقار سکھایا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے یہ طے فرمایا ہے کہ ہمارا اصلاً توکل اللہ پر ہے لیکن ہمارے تنظیمی امور اور معاملات کو چلانے کے لیے انحصار جو رفیق تنظیم، تنظیم میں شامل ہو گیا اسی پر ہے۔ ہم چندہ کا مطالبہ نہیں کریں گے اور نہ کوئی اشتہار دیں گے۔ رفقاء تنظیم کو ترجیح اس لیے دیتے ہیں کہ انفاق مال کا حکم اللہ نے دیا ہے تو رفیق تنظیم اس دینی فریضے کو انجام دینے کی غرض سے خرچ کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایسے احباب جو ہم سے قریب ہیں جو ہمارے فکر سے اتفاق کرتے ہیں اور ہمیں مالی تعاون کرنا چاہتے ہیں تو ان کا ہم انفاق قبول کرلیں گے لیکن اس کے لیے ان کا تفصیلی تعارف ہونا ضروری ہے کیونکہ رسید ہم نے ضرور ایشو کرنی ہے تاکہ قانونی تقاضے بھی پورے ہوں اور ہمارے معاملات شفاف رہیں۔

سوال: رفقائے تنظیم کا ملکی سیاسی وابستگی کے حوالے سے کیا طرزِ عمل ہونا چاہیے؟

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم اسلامی ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے جو اس کاز کے ساتھ کھڑی ہوئی ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد کرنی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ انتخابی سیاست سے اسلام اس ملک میں آنے والا نہیں۔ ہم منہج انقلاب نبوی ﷺ کی روشنی میں اپنی جدوجہد کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ میں یہاں بانی تنظیم اسلامی کے ایک خطاب کا حوالہ دوں گا۔ جو انہوں نے 1993ء میں کیا تھا جس میں تنظیم اسلامی کا اصولی موقف واضح کیا گیا اور سیاسی تبصرے کرنے کی اصل وجوہات بیان کیں۔ ایک ہمارا اصولی موقف ہے لیکن دوسری طرف ملکی سلامتی بھی تو پیش نظر ہے۔ ملک بچے گا تو کوئی دین کا کام کرسکیں گے۔ وہ حکمرانوں کو مشورے بھی دیا کرتے تھے اور تنقید بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ بھی بتاتے تھے کہ اس تنقید کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اگر کسی کی ایک بات پر تنقید کی تو اس کو سو فیصد غلط ثابت کر دیا یا کسی کی ایک بات کی تحسین کی ہے تو سو فیصد ہم نے اس سے اتفاق کر لیا ہے۔ یہ تاثر غلط ہے۔ ان کا خطاب تو بہت جامع ہے۔ وہ 1993ء کے میثاق میں شائع بھی ہوا تھا۔ میں نے اسی موضوع پر کچھ عرصہ پہلے خطاب جمعہ بھی دیا جو ندائے خلافت (2022ء) کے شمارہ 21 میں شائع ہو چکا ہے۔ رفقاء سے گزارش ہے کہ وہ اس کو پڑھ سکتے ہیں۔ جہاں تک موجودہ سیاسی حالات کا تعلق ہے تو ایسے حالات ماضی میں بھی آتے رہے۔ بانی تنظیم اسلامی کے دور میں بھی سیاسی گہما گہمی ہوتی تھی اور اس پیراڈائم میں بھی وہ تبصرے کیا کرتے تھے تو کھلے دل سے اجازت دیتے تھے کہ ان تبصروں سے اتفاق کرنا ضروری نہیں ہے۔ رفقاء تنظیم کو بھی اختیار ہے کہ وہ بانی تنظیم اسلامی کے سیاسی تبصروں سے اختلاف کرسکتے ہیں۔ کیونکہ وہ سیاسی تبصروں کی وجہ سے نہیں بلکہ تنظیم کی فکر، طریقہ کار اور امیر پر اعتماد کی وجہ سے تنظیم میں شامل ہوئے ہیں تو اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ لیکن موجودہ صورت حال میں خدانخواستہ کوئی اسلام اور کفر یا حق و باطل کا مسئلہ نہ بنا لے۔ بدقسمتی سے ایسا ہو رہا ہے۔ خدارا! یہ نہ کریں۔ تنظیم کی طرف سے بھی سیاسی تبصرے ہوتے ہیں رفقاء کے آپس میں اختلافات ہوتے ہیں لیکن ان اختلافات میں آداب ہوتے ہیں جو تنظیم اسلامی میں طے شدہ ہیں کہ رفیق تنظیم اپنے ذمہ دار حتیٰ کہ امیر سے بھی اختلاف کرسکتا ہے لیکن اس کا ایک طریقہ کار ہے، اس معاملے میں اسلامی اصولوں اور آداب کو سامنے رکھا جائے تو کوئی ایشو پیدا نہیں ہوگا۔ اگر ہم بلاوجہ کسی پر تنقید کرتے ہیں جس کے لیے کوئی جواز ہمارے پاس موجود نہ ہو تو کرنے سے پہلے سوچ لیں کہ کل اللہ کے ہاں اس کا جواب دے سکیں گے؟ ثبوت اور دلیل موجود نہیں ہے لیکن الزام کسی پر لگا رہے ہیں تو وہ بہتان ہو جائے گا۔ کیا ہم اللہ کے سامنے اس کا سامنا کرسکیں گے۔ پھر زبان درازی کا گناہ ہے۔ سورۃ الانعام میں ارشاد ہوتا ہے: مشرکین کے بتوں کو برا بھلا مت کہو، سب و شتم نہ کرو، گالیاں مت دو۔ بت غلط ہیں ان کا غلط ہونا ثابت کرو لیکن اشتعال انگیز زبان پر نہ اتر آؤ۔ کیونکہ اس طرح ہم دینی اقدار سے دور ہو جائیں گے۔ سوچنا چاہیے کہ اس سے ہمارا ایمان نہ چلا جائے۔ اس کی فکر کریں۔

❁❁❁

حضرت اُمّ الخیر رضی اللہ عنہا بنت صخر

فرید اللہ مروت

ام الخیرؓ خلیفہ رسول اور یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والدہ محترمہ ہیں۔آپؓ کا تعلق قریش کے خاندان تیم سے تھا۔

نام ونسب

آپؓ کا اصل نام سلمیٰ اور کنیت ام الخیر (خیر کی ماں) تھی۔عرب رواج کے مطابق اپنی کنیت ام الخیر سے معروف تھیں۔ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:

ام الخیر بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

نکاح

آپؓ کی شادی اپنے کزن عثمان بن عامر (ابوقحافہؓ) سے ہوئی۔

اولاد

ام الخیرؓ اور ابوقحافہؓ کے کئی بیٹے پیدا ہوئے لیکن مدت رضاعت میں ہی فوت ہوجاتے تھے۔ جب 573ء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ پیدا ہوئے تو ام الخیرؓ ان کو کعبہ لے گئیں اور یہ دعا کی:

(اَللّٰھُمَّ ھٰذا عَتِیقُکَ مِنَ المَوتِ فَھبہ لی)

''الٰہی! اس کو موت سے آزادی عطا کر، یہ مجھے عطا کردے۔''

اللہ تعالیٰ نے ام الخیرؓ کی دعا کو قبول کرلیا، چنانچہ ابوبکرؓ کو اس وجہ سے العتیق (آزاد) کہا جاتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء/27)

فضائل وکمالات

ام الخیرؓ بلند اخلاق اور متحمل مزاج خاتون تھیں۔ خواتین مکہ میں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ عورتیں اگر کسی مالی مشکل یا ذہنی الجھن یا خاندانی اور گھریلو مشکلات میں مبتلا ہوتیں تو ان کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ دعوت اسلام سے قبل یہ خواتین کو عام برائیوں سے روکتی اور نیکی کا راستہ دکھاتی تھیں۔ غریبوں کی مدد کرتیں، محتاجوں اور مسکینوں کی ضروریات پورا کرتیں اور مستحقین کی اعانت کرتی تھیں، لڑائی جھگڑوں اور طعن وتشنیع سے دامن کشاں رہتی تھیں۔

بیٹے کی ماں کو اسلام کی دعوت

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قبول اسلام کے فوراً بعد اپنے گھر کا رخ کیا اور اپنے والدین اور اہل وعیال کو اس کی دعوت دی۔ سب سے پہلے اپنی والدہ محترمہ کو قبول اسلام کی طرف توجہ دلائی۔

حضرت ابوبکرؓ اپنی والدہ کی انتہائی تکریم کرتے تھے، وہ بھی بیٹے کی معاملہ فہمی سے متاثر تھیں اور لوگوں میں ان کی جو قدر ومنزلت تھی، اس سے خوش تھیں۔ انہوں نے ماں کو اسلام کی دعوت دی اور کہا: امی! میں دنیا میں سب سے زیادہ آپ کا احترام کرتا ہوں اور ہر بات سے آپ کو باخبر رکھتا ہوں۔ آپ کی خیر خواہی میرے فرائض میں داخل ہے، جو اچھی بات مجھے معلوم ہوجاتی ہے میں آپ کو اس کی اطلاع دیتا ہوں۔ جب دنیا کے معاملات میں یہ التزام کرتا ہوں تو ضروری ہے کہ جن چیزوں کا تعلق دین اور آخرت سے ہو، اس سے بھی آپ کو باخبر کروں۔ بات یہ ہے کہ نبی آخرالزمان کا ظہور ہوگیا ہے اور حضرت محمد ﷺ لوگوں کی دینی ودنیوی فلاح وبہبود کے لیے پیغمبر کی حیثیت سے اللہ کی طرف سے مبعوث کردیئے گئے ہیں۔ ان کی دعوت بڑی سادہ ہے اور عقل وفہم کے عین مطابق ہے۔ وہ لوگوں کو برائی سے روکتے اور نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ ان پر اللہ کی طرف سے بندوں کے لیے احکام نازل ہوتے ہیں، جنہیں فرشتہ لے کر آتا ہے۔ میں نے ان کی دعوت قبول کرلی ہے اور مجھے ان کی تعلیمات کی سچائی پر کامل یقین ہے۔ میرے علاوہ ان کی بیوی حضرت خدیجہؓ نے اور ان کے چچا ابوطالب کے بیٹے حضرت علیؓ نے بھی ان کی دعوت قبول کرلی ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ بھی اس دعوت پر ایمان لے آئیں اور پیغمبر آخرالزمان کی باتوں کو تسلیم کرلیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس قسم کی باتیں آسان اور عام فہم الفاظ میں ماں سے کہیں۔ ماں بیٹے کی ان حکیمانہ اور مخلصانہ باتوں سے متاثر ہوئیں اور کہا:

''پیارے بیٹے! تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو، میں تمہاری سادگی اور نیکی سے بہت خوش ہوں۔ تم نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ تمہاری باتیں بھی صحیح ہیں اور تمہاری راہِ عمل بھی درست ہے۔ میں نے تمہاری یہ تمام باتیں توجہ سے سنی ہیں۔ ان پر ضرور غور کروں گی۔ مجھے یقین ہے اللہ تمہیں غلط راستے پر نہیں لگائے گا اور وہ تمہیں لازماً سیدھی اور ہدایت کی راہ پر گامزن رکھے گا۔''

بیٹے پر مشرکین مکہ کا ظلم

حضرت ابوبکرؓ نے دعوت اسلام کو عام کردیا اور علی الاعلان لوگوں کو اس کی دعوت دی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرکین مکہ آپؓ کے خلاف ہوگئے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے نبی کریم ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر زور سے کھینچا۔ اتنے میں ابوبکر صدیقؓ آگئے۔ آپؓ نے اس ناہنجار کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا۔ قریش کے ایک جتھے نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو زدوکوب کیا۔ لیکن عین اس موقع پر جب کہ مشرکین انہیں گھیر کر زدوکوب کر رہے تھے، ان کے ننھیال بنی تیم کے کچھ لوگوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو مشرکین کے نرغے سے نجات دلائی اور بے ہوشی کے عالم میں کپڑے میں لپیٹ کر ان کے گھر لے آئے۔ ہوش آیا تو پوچھا رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ یہ سوال اگرچہ بعض لوگوں کو ناگوار گزرا لیکن حضرت ابوبکرؓ برابر آنحضرت ﷺ کے بارے میں پوچھتے رہے۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ کو پتا چلا تو آپ وہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس حالت میں دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور حضرت ابوبکرؓ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

بیٹے کی حضور ﷺ سے دعا کی درخواست

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی والدہ کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میری والدہ ہیں۔ میں ان کی انتہائی عزت کرتا ہوں۔ اللہ نے آپؐ کو اپنی خاص مہربانیوں اور برکتوں سے نوازا ہے۔ ان کے لیے دعا فرمایئے اور انہیں اسلام کی دعوت دیجیے۔ بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپؐ کی دعا سے انہیں عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے اور دنیا وآخرت میں کامیابی عطا فرمائے۔

قبولِ اسلام

آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی اور ام الخیر کو اسلام کی دعوت دی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گئیں اور کفر کی تمام آلائشوں سے ان کا دل صاف ہو گیا۔

اسد الغابہ کی پانچویں جلد میں لکھا ہے:

''وہ اسلام کے دورِ اوّل ہی میں نعمت اسلام سے متمتع ہو گئی تھیں۔''

خواتین کو اسلام کی دعوت

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ام الخیر ؓ نے خواتین مکہ کو پورے زور سے اسلام کی طرف بلایا، چونکہ یہ اسلام کا پہلا اور ابتدائی دور تھا اور مسلمانوں کو سخت مبتلائے مصیبت کیا جاتا تھا، اس لیے حضرت ام الخیر ؓ کو بھی تکلیفیں پہنچائی گئیں اور قبول اسلام کے جرم میں انہیں پریشان کیا گیا، مگر یہ عالی حوصلہ خاتون اپنے موقف پر قائم رہیں اور کسی تکلیف اور مشکل کا احساس کیے بغیر برابر تبلیغ اسلام میں مصروف رہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تبلیغ نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور مکے کی متعدد خواتین محض ان کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام کی خادم بن گئیں۔

تاریخ وفات

حضرت ام الخیر ؓ کی تاریخ وفات کا اگرچہ پتا نہیں چل سکا تاہم یہ واقعہ ہے کہ حضرت ابوبکر ؓ کی وفات کے وقت یہ زندہ تھیں اور ان کے شوہر حضرت ابوقحافہ ؓ بھی زندہ تھے اور دونوں کو بیٹے کی میراث کا حصہ ملا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے عہد فاروقی ؓ میں وفات پائی۔

ادارہ ''ندائے خلافت''
کی جانب سے قارئین کو
عید الاضحیٰ مبارک ہو!
قارئین نوٹ فرمالیں کہ تعطیلات کی وجہ سے ادارہ کے دفاتر بند رہیں گے۔
بنابریں ''ندائے خلافت'' کا اگلا شمارہ عید کے بعد شائع ہوگا۔

عمل مختصر، ثواب زیادہ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا جوڑا بنایا ہے۔ رات دن، آسمان زمین، نیکی بدی، غمی خوشی، امیر غریب، اسی طرح بیماری اور صحت بھی جوڑا ہے۔ صحت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ لیکن زندگی میں آدمی کبھی بیمار ہوتا ہے۔ ہر عروج کے بعد زوال بھی ہے۔ بیمار آدمی اور صحت مند شخص کا فرق واضح ہے۔ صحت مند آدمی چلتا پھرتا ہے۔ کام کاج کرتا ہے جبکہ بیمار شخص پریشان اور فکر مند ہوتا ہے۔ اگر کبھی بیماری زیادہ ہو جائے تو اس کے شب و روز بستر پر گزرتے ہیں یا پھر اُسے ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا ہے۔

بیمار آدمی تو اپنے مرض کی وجہ سے اپنے کام خود نہیں کر سکتا۔ گھر کے افراد اُس کا خیال رکھتے ہیں اور اس کی ضروریات کا انتظام کرتے ہیں۔ اس کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔ دوائیاں خریدتے ہیں۔ جبکہ تندرست آدمی کو اپنے کاموں کے علاوہ گھر کے مریض شخص کی خدمت بھی کرنا ہوتی ہے۔

تندرست شخص کا فرض ہے کہ وہ مریض کی تیمارداری کرے اس کو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق دوائی کھلائے۔ مریض اپنی بیماری کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے۔ چنانچہ مریض کی خبر گیری کرنا حالات کے مطابق اس کے ساتھ امید افزا باتیں کرنا بڑی نیکی اور اجر و ثواب کا باعث ہے۔ بیمار کی عیادت کرنا خود رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ آپؐ نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کی بھی عیادت کے لیے جاتے اور بعض لوگوں نے تو آپؐ کے حسن اخلاق کی اس خوبی سے متاثر ہو کر اسلام بھی قبول کیا۔

مریض کی عیادت کو آپؐ نے پسند کیا۔ اس کی تعلیم دی اور اسے بڑے اجر کا عمل بتایا۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ جو کسی مسلمان کی صبح عیادت کرتا ہے مگر یہ کہ شام ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کی رحمت و مغفرت کے لیے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک پھلوں کا باغ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

عیادت کے آداب میں سے یہ ہے کہ مریض کا زیادہ وقت نہ لیا جائے تاکہ اس کے معمولات میں فرق نہ آئے۔ مریض کو اس کی زندگی کے بارے میں خوش کن گفتگو کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق مریض کو اطمینان دلایا جائے کہ اُس کی بیماری اس کے گناہوں کو مٹا دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے مریض کی عیادت کو بڑی فضیلت کا عمل بتایا ہے۔ اس سے نہ صرف بیمار کو تسلی ملتی ہے بلکہ عیادت کرنے والے کو بھرپور اجر ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ برابر جنت کے خرفہ میں رہتا ہے یہاں تک کہ واپس آ جائے۔ پوچھا گیا حضورؐ خرفہ جنت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جنت کے میوے۔''
(رواہ مسلم عن ثوبانؓ)

اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ دار اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا اخلاق کا تقاضا ہے۔ اسی طرح دوست احباب میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی بھی فضیلت کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے فی زمانہ دور کے مریض کے پاس جانا اگر مشکل ہو تو ٹیلیفون کے ذریعے عیادت کی جا سکتی ہے اور اس کے ساتھ امید افزا گفتگو اس کے دل کو سکون عطا کرے گی۔

بیمار کی عیادت اتنے ثواب کا کام ہے کہ کبھی کبھی ہسپتال میں جا کر کسی مریض کے پاس کھڑے ہونا اور اُس کے ساتھ امید افزا باتیں کرنا کوئی مشکل کام نہیں اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔

اسلام کا فلسفۂ اخلاق

راحیل گوہر

انسان دو افعال کے تحت زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک فطری اور دوسرا اخلاقی۔ ہمارا ہر عمل صرف اسی صورت میں اخلاقی ہوسکتا ہے کہ جب ہم اسے اپنے اختیار و ارادے سے انجام دیں، کیونکہ اخلاقی فعل انسان کا اکتسابی جوہر ہے۔ اگرچہ یہ جوہر بھی اسے اللہ کی طرف سے ملا ہے۔ بنی آدم کے لیے اس عالم ہست و بود میں حصول علم کے دو ذرائع ہیں، ایک ''وحی'' اور دوسرا ''روشنی طبع''۔ اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ اس کائنات میں موجود ہی نہیں۔ سمع و بسر کی فطری صلاحیتوں کے سبب انسان پر پہلے ہی یہ فرض تھا کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانے، خیر وشر میں تمیز کرے، نیکی اور سچائی کی زندگی بسر کرے۔ انسان کے تمام جذبات واحساسات کی بنیاد اپنی تحفظِ ذات کا شعوری ادراک ہے۔ تحفظِ ذات کے جذبے سے ہی یہ خواہش دل کے نہاں خانے میں پنپتی ہے کہ خارجی اسباب وعلل سے وقوع پذیر ہونے والے حالات اس کی پُرسکون زندگی میں کوئی ہیجان برپا نہ کرسکیں۔

انسان جبر وقدر کے مابین ایک مجبور ومختار ہستی ہے۔ جب اس پر حوادث زمانہ اثر انداز ہوتے ہیں تو اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے وجود کو قائم رکھ سکے۔ اپنی روح کو درجہ کمال تک پہنچانے میں سب سے مؤثر وہ بنیادی اخلاقی وصف اور قوت نفس وشجاعت ہے جو انسان کو حوادثِ زمانہ سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت عطا کرتے ہیں۔ جرمن مفکر کانٹ کہتا ہے:

''عام عقلی علم سے اخلاق کی بلند سطح تک پہنچنے میں انسان کے نیک ارادے کے سوا اور کوئی خیر مطلق نہیں۔

ذہانت، ذکاوت، ظرافت اور دوسری ذہنی صلاحیتیں، حوصلہ، عزمِ مصمم اور استقلال وغیرہ بلاشبہ خوبیاں ہیں اور اس قابل ہیں کہ انہیں حاصل کیا جائے۔ لیکن انسان کی اصل کردار سازی اس کا صدق ووفا کا ارادہ ہی ہے۔ اگر وہ نیک نہ ہو قدرت کے یہ تمام عطیات نہایت برے اور شرانگیز بھی ثابت ہوسکتے ہیں۔ قوت و طاقت، دولت وشہرت اور عزت وتوقیر حتیٰ کہ صحت وقناعت اور اطمینان وسکون کی بھی یہی صورت ہے۔ اگر نیک ارادہ ان کو صحیح راہ پر نہ لگائے تو ان سے غرور وتمکنت جیسا مذموم جذبہ پیدا ہوسکتا ہے۔'' (بحوالہ: اسلام اور فلسفہ از خان محمد چاؤلہ)

نیکی، پارسائی اور قلب وذہن کی شفافیت انسان کا اصل جوہر یا اس کی فطرت ہے۔ کیونکہ وہی اس کے طرزِ عمل میں ایسے تاثرات پیدا کرسکتی ہے جو نہ صرف اس کی ذات کے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی امن وآشتی کا ذریعہ بن سکتی ہیں، جبکہ مرورِ زمانہ سے جو زیغ وضلال اور گمراہی انسان پر تسلط جمالیتی ہے، انسان ایک بہتر اور اعلیٰ نصب العین کو منتخب کرکے ان شرورِ نفس کو اپنے وجود سے خارج کرسکتا ہے۔ اسی لیے اپنے نصب العین کی کامیابی کی طرف جو شے انسان کو لے جاتی ہے اسے خیر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو چیز اسے نصب العین سے دور کرے اسے شرکا نام دیا گیا ہے۔ خیر وشر کا شعوری علم ہی دراصل نفع ونقصان کا علم ہے۔ اپنے نصب العین سے نزدیکی اور دوری انسان کے لیے رنج ومحن یا مسرت وانبساط کا باعث بنتی ہے۔

انسان کے ارادے کے حسن وقبح کا انحصار محض اس گمان پر نہیں ہوتا کہ اس میں اپنے نصب العین کو پانے کی صلاحیت اور استعدادات موجود ہوتی ہے اور یہ بھی لازمی نہیں ہے کہ یہ اپنے اعمال اور نتائج واثرات کی بنا پر خیر کا باعث ہیں بلکہ اصل محرک وہ نیک ارادہ ہے نہ کہ مجرد وہ خود خیر ہے۔ ارادہ اگر نیک اور دیانت داری پر موقوف ہو تو یہ اپنے نتائج کے اعتبار سے خواہ شر ہی کیوں نہ ثابت ہو اس صورت میں بھی وہ ارادہ خیر ہی تسلیم کیا جائے گا۔ اس لیے کہ نیت کی تبدیلی سے تو شرعی قوانین بدل جاتے ہیں۔

انسان فطری طور پر مدنی الطبع ہے اس لیے اپنے تمام فرائض واعمال تنہا ادا نہیں کرسکتا، ان کی تکمیل کے لیے اسے ایک معاشرے کی حاجت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ انسانی معاشرے سے الگ تھلگ ہوکر تجرد یا راہبانہ زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں انہیں کوئی انسانی فضیلت حاصل نہیں ہوتی اور اس کیفیت کی زندگی میں ان کی اخلاقی قوتیں مُردہ ہوجاتی ہیں، فیض کہتے ہیں:

''خود کو باقی دنیا سے الگ کرکے سوچنا اور اپنی ہی ذات کا طواف کرتے رہنا، اول تو ممکن ہی نہیں اس لیے کہ اس میں گردوپیش کے بہت سے تجربات ومشاہدات شامل ہوتے ہیں اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی یہ انتہائی غیر سودمند ہے کہ ایک فرد کی ذات اپنی سب محبتوں، کدورتوں، حسرتوں اور رنجشوں کے باوجود بہت ہی چھوٹی سی اور محدود شے ہے اس کی وسعت اور پہنائی کا پیمانہ تو دراصل باقی عالم موجودات سے یا اس کے ذہنی اور جذباتی رشتوں سے ہے۔ خاص طور سے انسانی برادری کے مشترکہ دکھ درد کے رشتے۔''

(بحوالہ: افکار نظریات، فیض احمد فیض)

اسلام کا فلسفۂ اخلاق انسان کو سعادت اور رفعت فکر کی اس منزل پر پہنچا دیتا ہے جس سے معاشرہ امن وسلامتی اور سکون وعافیت کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اسلام کے پورے اخلاقی نظام کی بنیاد ایمان ہے، ایمان اپنی صحیح کیفیت کے ساتھ دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو تو انسان کے مزاج میں اعلیٰ اخلاق کی وہ مضبوط عمارت کھڑی ہوجاتی ہے جسے زمانے کے حوادث جنبش بھی نہیں دے سکتے اور اس ایمان کے قد آور شجر طیبہ سے جو برگ وبار پھوٹتے ہیں ان میں اسلام، تقویٰ اور انسان کے عمل کی اعلیٰ ترین صفت احسان نمایاں ہوتی ہے۔ نیک صالح اور سعید انسان وہ ہے جس کا کردار انسانیت کے معیار پر پورا اترتا ہو۔

سیاست کے میدان میں بھی حسن اخلاق کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ جو سیاست اخلاقی ضابطوں اور سماجی تقاضوں کی روح سے عاری ہو اس میں دوسرے کی عزت نفس کا کوئی احساس باقی نہیں رہتا بلکہ ظلم وجبر، دھوکہ دہی، سازشیں، تزویراتی پینترے اور جان ومال اور عزتوں کی پامالی میں اس کے ہاتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جاتے ہیں۔ کیونکہ منصب واقتدار کی ہوس، اپنے مفادات کی ترجیحات اور کچھ چھن جانے کا خوف اور کسی سے کچھ چھین لینے کا جنون انسان کو انسانیت سے گرا کر وحشی بنا دیتا ہے۔ اقبال نے اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

جلال پادشاہی ہو یا جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سے سیاست تو رہ جاتی ہے چنگیزی

دین اگر سیاست سے نکال دیا جائے تو پھر ملک کا ہر شہری اور حکومت و اقتدار کا ہر بھوکا اپنے قول وفعل میں آزاد ہوجاتا ہے، پھر نہ کوئی اخلاقی پیمانہ باقی رہتا ہے اور نہ احترامِ آدمیت! اپنے مخالفین کی تضحیک، ان کی کردار کشی کرتے رہنا عام وتیرہ بن جاتا ہے۔ اور تعلیم یافتہ محب وطن اور قوم کی بربادی پر ہروقت زار وقطار رونے والے جب اپنی زبان کو عامیانہ اور بازاری انداز سے استعمال کرتے ہیں تو ان کے ذہنی مریض ہونے اور ایک نامکمل شخصیت ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

آج ہماری ملکی سیاست اور سیاست دانوں کا اخلاقی، سماجی اور ذہنی پسماندگی کا حال اپنے پرائے سن اور دیکھ رہے ہیں اور حیرت زدہ ہو کر سوچ رہے ہیں کہ یہ وہی ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور جس کا نعرہ تھا: ”پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ“ جو کبھی برصغیر کی فضاؤں میں گونجا تھا۔ اس سے قطع نظر کہ حصول پاکستان کی جدوجہد میں کچھ اور عوامل بھی کارفرما تھے، لیکن مختلف زبانوں، خاندانوں اور رسم ورواج رکھنے والوں کو آزادی کے جھنڈے تلے جمع کرنا صرف اسی نعرے کا کرشمہ تھا۔

آج قائداعظم کے پاکستان کے باسیوں کے دلوں میں حب وطن، حب ملت اور آزادیٔ وحریت کے جذبات سرد پڑ چکے ہیں۔ اب تو ہوس اقتدار، حب جاہ، حب مال ہمارے ہر لیڈر کا مطمح نظر ہے۔ گئے گزرے وقتوں میں قوم کے لیڈر کے مزاج میں نرم خوئی، حلم وبردباری، وسیع القلبی، افہام وتفہیم کی روش، سوجھ بوجھ، فراست اور ملک وقوم کے گمبھیر مسائل کا قلبی احساس ہوتا تھا۔ مگر آج کے حکمرانوں اور حکومت کے رسیا لوگوں میں نہ صبر وبرداشت رہا ہے نہ معاملہ فہمی نہ ایثار وقربانی کے جذبات اور نہ اپنے مخالفین کی عزت وتوقیر کا کوئی ادنیٰ سا احساس! کسی مداری کی طرح ڈگڈگی بجا کر ہمارے ملک کا ہر لیڈر اپنے اردگرد کچھ فاترالعقل اور احمقوں کی جنت میں رہنے والے لوگوں کا جم غفیر دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سماتا کہ میں نے پالا مار لیا، اب میرا پاؤں ہوگا اور مخالفین کی گردن۔

اللہ ان تمام لوگوں کو بھی جو اس وقت مسند اقتدار پر براجمان ہیں اور ان کو بھی جو وہاں تک پہنچنے کے لیے اخلاق واحترام کی سب حدیں پار کر چکے ہیں، اپنی ہدایت سے نوازے اور ان کے دلوں میں اس حقیقت کو اجاگر کر دے کہ اقتدار کی کرسی بڑی بے وفا اور ہرجائی ہے، یہ سب کی ہے اور کسی کی بھی نہیں! اس کے حصول کے لیے خود کو انسانیت کی سطح سے نیچے گرا دینا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

صرف کرسی حاصل کرنے کے لیے اپنے مخالف کی ذاتی زندگی پر بہتان طرازی اور اس کی عزت کو اچھالنا اور خود کو پارسا ظاہر کرنا انسانیت سے گرے ہونے کی بدترین علامت ہے۔ یہاں کسی ایک فرد یا گروہ کو مورد الزام ٹھہرانا مقصود نہیں، بات مجموعی طرزِ فکر اور عام رویوں کی ہے۔ یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ اعلیٰ انسانی قدریں، احترام آدمیت، خوفِ خدا، شائستہ زبان، دوسروں کی فلاح کی فکر، حق گوئی اور انصاف پروری ایک عظیم قوم کی پہچان ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے:

”اپنی سوچوں کو پانی کے قطروں سے بھی زیادہ شفاف رکھو کیونکہ جس طرح قطروں سے دریا بنتا ہے اسی طرح سوچوں سے ایمان بنتا ہے۔“ (نہج البلاغہ)

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(16 تا 21 جون 2022ء)

جمعرات (16 جون) مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (17 جون) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ (18 جون) کی صبح لاہور آمد ہوئی۔ اس روز گورنر پنجاب سے اسکولز میں قرآن باترجمہ پڑھانے کے حوالے سے ملاقات رہی۔

اتوار (19 جون) کو قرآن آڈیٹوریم میں منعقدہ سود کے فیصلہ کے خلاف سیمینار میں شرکت کی۔ شام کو صحافیوں سے ملاقات اور گفتگو رہی۔

سوموار (20 جون) کو مرکز میں خصوصی اسرہ میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر ناظم اعلیٰ سے نائب امیر کے ہمراہ میٹنگ کی۔ بعد نماز مغرب علامہ اقبال ٹاؤن میں مرکزی اسرہ کے ساتھ ایک اجتماعی کھانے میں شرکت کی۔

منگل (21 جون) کو دوبارہ گورنر پنجاب اور وزارت تعلیم کے ذمہ داران سے نصاب تعلیم کے حوالے سے ملاقات رہی۔ بعدازاں کراچی واپسی ہوئی۔ وہاں پر معمول کی مصروفیات رہیں۔

نائب امیر صاحب سے تنظیمی امور کے حوالے سے مسلسل رابطہ رہا۔

غلبۂ اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ جولائی 2022ء
ذوالحجہ ۱۴۴۳ھ

مشمولات

☆ سیاسی بحران میں دینی جماعتوں کے لیے راستہ ـــــ ادارہ
☆ عشرۂ ذوالحجہ کی اہمیت وفضیلت اور فلسفہ قربانی ـــــ حافظ عاطف وحید
☆ معذور افراد کے حقوق ـــــ احمد علی محمودی
☆ فتنۂ دجّال اور پیش آمدہ چیلنجز (۲) ـــــ آصف حمید
☆ ربوبیتِ ربّ ـــــ پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ علم تفسیر کی ضرورت واہمیت ـــــ پروفیسر حافظ محمد قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ”بیان القرآن“ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 84 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

About Prohibition of Riba (Campaign)

The Prophet *(SAAW)* is reported to have said: "When riba (interest/usury) and adultery becomes pervasive in a nation, it becomes worthy (eligible) for the wrath of Allah *(SWT)* in the world itself." *(Mustadrak of Hakim)*

RIBA – AN ABSOLUTE EVIL

Our Lord Allah *(SWT)* created us humans exclusively for his subservience and this worldly life as a trial. He *(SWT)* not only furnished us with the means to fulfil our economic and other needs but also provided us with the guidance regarding how to exchange and trade in a legitimate way so that man could concentrate fully on the subservience of his Lord *(SWT)*, once freed from the pitfalls of economic issues. On the other hand, all such means of economic activity and trade were proclaimed to be prohibited which would result in the concentration of resources into the hands of an elite few and thus make it improbable for the poor masses to earn a respectable wage and a reasonable standard of living, consequently being crushed under the weight of earning a livelihood in conditions of acute poverty and oppression, while becoming oblivious to the real objective of human existence in the world, namely, subservience of Allah *(SWT)*. Of these prohibited *(haram)* means of economic activity, the most brutal and heinous is riba (interest / usury). Riba, when at play, is absolutely fatal for humanity at large. It decimated the entire fabric and order of a society. No matter how beneficial its growth apparently seems, a system based on riba, in fact, keeps putting nails into the coffin of the economic system. Allah *(SWT)* states in the Qur'an, *"And whatever you give to take back more, that it may increase the wealth of the givers, then it will not increase with Allah…". (Ar-Rum, 30:39 part)*. In verse 276 of Surah *Al-Baqara* of the Qur'an, Allah *(SWT)* has given the final verdict in the matter of riba thus,"Allah destroys interest and increases charity…". The Messenger of Allah *(SAAW)* has further elaborated this statement of the Qur'an as follows, *"The (ultimate) consequence of riba is scarcity (and dearth), no matter how abundant in scale (in monetary terms) it may be."(Musnad Ahmad)*In a nutshell, riba (interest + usury) is a device that, on the one hand, not only inflicts poverty and destitution in the society but on the other hand ensures the concentration of national resources and wealth in the hands of an elite few who then rule the poor masses as Capitalists. This morally bankrupt lot then chooses to lead an obnoxiously luxurious lifestyle, packed with immorality and lechery.The trend of drunkard festivities and rowdy dance parties is kept alive by these immodest crowds of irresponsible and reckless elite. It is the same nexus of these filthy rich capitalists that patronize prostitutes, in the name of 'fashion' and 'entertainment', and money laundering, through carefully chosen criminal elements as 'front men'. Hence, the already financially-sucked society is riddled further with a triad of evils: promiscuity, lechery and rampant criminality. It is probably because of this outcome why the Prophet *(SAAW)* mentioned this 'triad of sins' stated above, simultaneously, when he said, *"The Hour will not approach until (transactions of) riba, adultery and alcoholism becomes prevalent." (Tabarani)*. The Prophet *(SAAW)* is also reported to have said, *"When riba and adultery becomes pervasive in a nation, it becomes worthy (eligible)of the wrath of Allah (SWT)."(Mustadrak of Hakim)*

What is the System of Riba?

In today's day and age, riba has become 'Institutionalized' and is being euphemized and promotedunder the guise of novel tags and labels. It is probably this age about which the Messenger of Allah *(SAAW)* had prophesized, *"There will certainly come a time for mankind when everyone will take riba and if he does not do so, its dust (or vapor) will reach him." (Ibn Majah)*Moreover, Institutions dealing in riba propagate the utterly false propaganda that the 'riba' mentioned as *haram* is the one taken from an individual money-lender (usury) and does not apply to the interest-based banks and other financial institutions. This is simply a white lie because all such transactions,

whethercarried out by an individual, a group of people, a bank or any other financial institution, fall under the same category as the accursed riba (bank interest, usury etc.) and are all equally prohibited *(haram)*. Renowned religious scholars belonging to ALL Islamic schools of religious thought, the Islamic Consultation Council in its decision in December 1969 and later the Federal Shariat Court in its verdict in 1991, all declared unanimously that bank interest is nothing else but riba, which is prohibited *(haram)* and must be abolished from the economic, monetary and financial systems of Pakistan. However, due to the connivance between consecutive governments and the institutions based on riba, the decision has still not been implemented yet.

The Basic Mechanics of the riba based system

Micro-financed riba based loans, bank loans, PLS accounts, fixed deposit accounts, credit cards, life insurance, insurance of goods and of all other kinds, leasing and hire purchase, savings certificates, short and long term bonds, IOUs, T-Bills, mortgage of land, property, vehicles, jewelry and other riches as collateral; all involve transactions where the concept of 'time value of money' is used to gain monetary or other benefits and thus all are various shades of the prohibited *(haram)* riba-based system.

The Prohibition of riba in light of the Qur'an

- "O believers! Devour not riba, doubled and redoubled; and fear Allah, in the hope that you may getprosperity. And Ward off the Fire which is already prepared for the infidels." *(Al-i'Imran, 3:130-131)*
- "O Believers! Fear Allah and leave what remains of riba if you are Muslims.But if you do not do like this, then take notice of a war from Allah and the Messenger of Allah. And if you repent, then take your principal sums, neither you wrong any one nor be wronged yourselves." *(Al-Baqara, 2:278-279)*

The Prohibition of riba in light of Ahadith

- bu Hurairah *(RA)*reportsthat the Messenger of Allah*(SAAW)* said: "Riba is of seventy different parts (degrees of sin), the least heinous being equivalent to a man marrying (i.e., having sexual intercourse with) his own mother."*(Ibn Majah)*
- The Prophet*(SAAW)* is reported to have said: "A dirham of riba which a man devours knowingly is worse (more sinful) than committing adultery thirty-six times."*(Musnad Ahmad)*
- The Prophet *(SAAW)* is reported to have said, "Save yourselves from the sins which will not be forgiven (unless repented and recompensed) (i.e.,) consuming riba and plundering (from) the state treasury." *(Ma'ajam Al-Kabir)*
- The Prophet *(SAAW)* is reported to have said, "There are four kinds of people about whom Allah has decided not to admit to paradise and not let them taste its bliss: the one who is addicted to wine, the one who takes riba, the one who usurps the property of an orphan and the one who is disobedient to his (her) parents." *(Mustadrak of Hakim)*
- Giving and taking riba are both prohibited *(haram)* as explained in the following hadith. The Prophet *(SAAW)* is reported to have said, "Neither consume riba yourself nor (allow) arrange for others to consume it." *(Ma'ajam Al-Kabir)*
- Moreover, the record-keepers of riba-based transactions as well as the witnesses to such dealings are also participants in a prohibited *(haram)* act, as mentioned in the hadith that follows. The Messenger of Allah *(SAAW)*cursed the one who consumes riba and the one who pays it, the one who writes it down (records the transaction) and the two who witness it, and he added: they are all the same (in sin)." *(Sahih Muslim)*

The condition of the consumer of riba on the Day of Judgement

- "Those who devour riba (interest/usury) shall not stand on the Day of judgement, but like the standing of one whom the evilspirit has made mad by touch. This is because they said 'The trade too is like riba,' and Allah made tradelawful and made riba unlawful*(haram)*..."*(Al-Baqara, 2:275 part)*
- The Prophet *(SAAW)* is reported to have said, "...And one who consumes riba will be resurrected on the Day of Judgement as (if he were) insane and touched by an evil spirit." *(Ma'ajam Al-Kabir)*

Punishment in Hell for those who consumes riba

- It has been narrated by Abu Huraiyra *(RA)* that the Messenger of Allah *(SAAW)* said, "I came across a people in the night in which I was taken to heaven. Their bellies are like houses wherein there are serpents which can be seen from outside their bellies. I asked: O Gabriel! who are thev? He

- replied: These are those who devoured riba." *(Ibn Majah)*
- It is narrated by Sumrah bin Jundub *(RA)* that the Prophet *(SAAW)* said, "On the night of al Mairaj, I saw a man swimming in a stream and being pelted with stones. I questioned: Who is this? I was told: The consumer of riba." *(Musnad Ahmad)*

<u>What is OUR responsibility?</u>

1. Every Muslim must critically reflect and examine, and if, unfortunately, finds that he is involved in any sort of riba-based transaction (or activity) must immediately rid himself of it and turn towards Allah *(SWT)* with sincere repentance for forgiveness. He must always keep the following edict of Allah *(SWT)*in his mind, "...So he, who received admonition from his Lord and refrained, then whateverhe took before is lawful to him, and his affair is with Allah. And now whoever shall commit such fault, they aremen of hell, they will live therein for longer period." *(Al-Baqarah, 2:275 part)*

2. It is obligatory on every Muslim, in addition to submitting to Allah *(SWT)*at a personal level to strive the best he can for the establishment of Islam as a Deen (in other words the system of Khilafah) in Pakistan, because the total annihilation of the riba-based system and the re-introduction of the Islamic devices of Zakat and Alms is not possible without that.

رفقاء متوجه ہوں
ان شاء اللہ

''مسجد بنتِ کعبہ N-866 سمن آباد پونچھ روڈ، حلقہ لاہور غربی'' میں
16 تا 22 جولائی 2022ء (بروز ہفتہ نمازِ عصر تا بروز جمعۃ المبارک نمازِ جمعہ)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ اسلام کا انقلابی منشور

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

اور

22 تا 24 جولائی 2022ء (بروز جمعۃ المبارک نمازعصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (سیاسی سطح پر)

زیادہ سے زیادہ امراء، نقباء ومعاونین پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-8435160 / 042-37520902

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی شمالی، گلشن معمار کے مبتدی رفیق ڈاکٹر عبدالقیوم شیخ وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 021-36947219

☆ مدیر شعبہ مطبوعات قرآن اکیڈمی لاہور حافظ خالد محمود خضر کی خوش دامن صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم کورنگی شرقی کے رفیق محمد مرسلین کی ساس وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ سرگودھا کے امیر رفیع الدین شیخ کے رضاعی بھائی شیخ عامر وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-9603577

☆ حلقہ کراچی شمالی کے ناظم تربیت محترم سید فاروق احمد کی پھوپھی وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0334-3087766

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

عیدالاضحیٰ اور فلسفہ قربانی

اور حج اور عیدالاضحیٰ اور اُن کی اصل روح
قرآن حکیم کے آئینے میں

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

☆ 56 صفحات ☆ قیمت (اشاعت خاص) 60 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون 03-35869501
www.maktaba.com.pk Whatsapp No. 0301-1115348

Vol. 31 Regd. C.P.L NO. 114 No.26

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore